اسلامی آداب و معاشرت پر جامع مایۂ ناز کتاب

بدایۃ الھدایہ

تصنیفِ لطیف

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تصحیح و تہذیب مع حواشی از

مولینا ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری مدظلہ

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی

بالمقابل شہید مسجد کھارادر کراچی ۲

اسلامی آداب و معاشرت پر جامع مایہ ناز کتاب

بدایۃ الھدایہ

تصنیفِ لطیف

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تصحیح و تہذیب مع حواشی از

مولانا ابو الحسان حکیم محمد رمضان علی قادری مدظلہ

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی
کھارادر کراچی

نام کتاب : بدایۃ الہدایہ
مصنف : حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
تصحیح و حواشی : مولانا ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری مدظلہٗ
باھتمام : سید شاہ تراب الحق قادری
پیش کش : غلام محمد قادری
معاونت : محمد اسمٰعیل، محمد رفیق قادری
ضخامت : ۱۰۴ صفحات $\frac{۲۳\times۳۶}{۱۶}$
طباعت : بار دوم ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ مارچ ۱۹۹۹ء
تعداد : ہزار تقریباً
ناشر : حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی
مطبع : گیلانی پرنٹرز کراچی فون 2628670
قیمت :

ملنے کا پتہ

- حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی بالمقابل شہید مسجد کھارادر کراچی
- مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی
- مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور نمبر ۸
- مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی
- مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور
- رضوان کاپی ہاؤس موسیٰ لین کراچی
- شرکۃ قادریہ سنجھورو سندھ
- المکتبۃ المدینہ کھارادر کراچی
- ضیاء الدین پبلی کیشنز۔ کھارادر۔ کراچی
- مکتبہ رضائے مصطفٰے دارالسلام چوک گوجرانوالہ
- مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ شارع مفتی خلیل خاں حیدرآباد
- مکتبہ ضیاء السنہ ریلوے روڈ ملتان
- مدنی بکڈپو نزد جامع مسجد ۱۰/۱۶ کورنگی کراچی
- جیلانی بکڈپو بندر روڈ کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انتساب

نحمدہٗ ونصلی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم ط اما بعد

ہم اس کتاب مستطاب کو ان بزرگانِ دین
شہزادۂ اعلیحضرت مفتی اعظم عالم اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری
شیخ العرب والعجم، قطب المدینہ حضرت علّامہ مولانا ضیاء الدین مدنی
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں قادری رضوی
غزالیٔ زماں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی
پیر طریقت استاذ القراء حضرت علامہ حافظ قاری محمد مصلح الدین صدیقی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

کی ذوات مقدسہ سے منسوب کرتے ہوئے انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہیں جن کی مخلصانہ کوششوں نے مذہب مہذب اہلسنت وجماعت کو جلا بخشی اور جن کی تعلیم وتربیت نے لاکھوں فرزندانِ توحید کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور جن کی نظر کیمیا اثر نے ہزاروں سیاہ بختوں کو نیک بخت کر دیا۔

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

الفقیر سیّد شاہ تراب الحق قادری

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین o الرحمٰن الرحیم o والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمدن النبی الاُمّی الامین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ اما بعد۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یہ امر نہایت مسرت انگیز اور لائقِ تحسین ہے کہ ہمارے بعض ادارے اکابرینِ امت کی تالیفات و تصنیفات عربی و فارسی کے اردو تراجم شایع کر رہے ہیں۔ تاکہ بلند پایہ و مستند بزرگانِ دین کے فیوضات سے اُردو داں حضرات بھی مستفیض و مستفید ہو سکیں۔ فجزاءھم اللہ احسن الجزاء۔

تاہم یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ کچھ ادارے اس مہتم بالشان کام کو شایانِ شان طور پر انجام دینے کے بجائے محض کاروباری و تجارتی سوچ کے تحت اپنا رہے ہیں۔ نہ کہ تبلیغ حق و اشاعتِ دین کی خاطر۔ یہ صاحبان کسی مشہور و معروف عالمِ دین کی کسی کتاب کا اردو ترجمہ صرف اس نقطۂ نظر سے شایع کرتے ہیں کہ اس کے مصنّف کا نام دیکھ کر ہی شایقین ہاتھوں ہاتھ خرید لیں گے اور ہمیں کثیر منافع حاصل ہو جائے گا۔ پھر خواہ یہ ترجمہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اور اس کتاب کو خرید کر پڑھنے والے کے کچھ پلّے پڑے یا نہ پڑے۔ ہماری بلا سے۔ چنانچہ اس سوچ کے تحت جب کسی کتاب کا ترجمہ کرانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو کسی ایسے مترجم کو تلاش کرتے ہیں جو کم سے کم اجرت پر جلد سے جلد ترجمہ مکمل کر دے۔ اور کم تعلیم یافتہ پیشہ ور مترجمین سے الٹا سیدھا غیر معیاری اردو ترجمہ کرا کر شایع کر دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں کتاب کے مصنّف کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے اور پڑھنے والوں کو بھی

سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ صورتِ حال کچھ عرصہ مزید جاری رہی تو کچھ بعید نہیں کہ لوگ ایسی کتابیں خریدنا ہی چھوڑ دیں۔

ایسے غیر معیاری تراجم کی مختلف کتابوں کے تراجم سے بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر ان سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ فقیر صرف اس کتاب "بدایۃ الھدایۃ" مصنفہ، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ کے اردو ترجمہ کے چند نمونے پیش خدمت کر دینا مناسب سمجھتا ہوں ۔ جس کی اصلاح و تصویب کے لئے میرے محترم کرم فرما جناب غلام محمد صاحب قادری نے فقیر سے فرمائش کی اور اب آپکے ہاتھوں میں ہے۔

نمونہ نمبر ا۔ " جاننا چاہیئے کہ لوگ علم کی طلب میں تین حال پر ہیں۔ ایک وہ شخص ہے کہ جو علم کو معاد کا توشہ بنالے اور اس کا مقصود خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور دار آخرت ہو سو ایسا شخص کامیاب ہونے والوں میں سے ہے ۔ اور دوسرا وہ ہے جو موجودہ زندگی کی اوس سے مدد لے اور اس کے ذریعہ سے عزت وجاہ اور دنیا کا مال حاصل کرے۔ اور وہ اس بات کو جاننا اور اپنے دل میں اس حالت کی رکاکت اور خست مقصد کو سمجھتا ہو تو ایسا شخص خطرہ میں ہے اگر توبہ سے پہلے اس کی موت آگئی تو اس پر برے خاتمہ کا ڈر ہے اور اس کا امر خطیر مشیت ایزدی پر ہے اگر موت آنے سے پہلے توبہ کی توفیق مل گئی اور علم کے ساتھ عمل کو منضم کر دیا اور اپنی زیادتی خلل کا تدارک کر لیا تو یہ شخص کامیاب لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مثل ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ جس پر شیطان غالب ہو گیا ہو اور وہ اپنے علم کے باعث ہر ایک جگہ اسی امید پر جاتا ہو کہ دنیا سے اپنا مطلب پورا کر لے اور پھر وہ اپنے جی میں اس بات کو پوشیدہ رکھتا ہو کہ خدا کے ہاں میرا بڑا رتبہ ہے"(ص۲)

نمبر ۲۔ " اے طالب تو اللہ تعالیٰ کے قیام اوامر تک نہ پہنچے گا۔ جب تک کہ اپنے دل اور اعضاء کا مراقبہ نہ کرے گا اور اپنے لحظات و انفاس میں صبح سے شام تک دھیان نہ کرے گا تو یقیناً جان لے کہ اللہ تعالیٰ تیرے اوپر مطلع ہے"۔ الخ (ص۵)

نمبر۳۔ اللّٰھم انی اسئلک الیمن والبرکۃ واعوذبک من الشؤم والھلکۃ۔ بار خدایا میں تجھ سے یمن اور برکۃ کا خواستگار ہوں بخل اور ہلاکت سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔" (ص۹)
نمبر۴۔ "پھر داہنا پاؤں اور پھر بایاں مع ٹخنوں کے اور پاؤں کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی خنصر سے خلال کر اس حال میں کہ شروع کرنے والا ہو دائیں کی خنصر اور ختم کرنے والا بائیں کی خنصر پر اور داخل کر انگلیاں نیچے کی طرف سے اور یہ پڑھ۔ اللّٰھم ثبّت قدمی علی الصراط المستقیم مع اقدام عبادک الصالحین۔ یعنی بار خدایا مجھے سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ اپنے نیک بندوں کے قدموں کے ساتھ اسی طرح بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھ۔ اللّٰھم انّی اعوذبک ان تزل قدمی علی الصراط فی النار یوم تزل اقدام المنافقین والمشرکین۔ یعنی بار خدایا میں تیرے ساتھ پناہ لیتا ہوں کہ پھسل جائے میرا قدم پُل صراط پر اور دوزخ میں جس دن کہ پھسلیں گے منافقین اور مشرکین کے قدم۔" (ص۱۲) نمبر۵۔ "چوتھا وظیفہ تفکر ہیں سو تفکر کر اپنے گناہوں اور خطاؤں میں اور نیز اپنے مولےٰ کی عبادت میں کوتاہی کرنے اور اس کے عذاب دردناک اور غصۂ عظیم کے درپے ہونے میں اور مرتب کر اپنے اوقات کو اپنی تدبیر سے اپنے تمام دن کے اوراد کے لئے تاکہ تدارک کرے تو تقصیرات کا جن میں کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے تمام دن خدا کے دردناک غصۂ کے درپے ہونے سے بچ۔" (ص۲۴)
نمبر۶۔ "اور تو اس قول سے بچتا رہ کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے گنہگاروں کے گناہ بخشتا ہے کیونکہ یہ کہنا تو ٹھیک ہے لیکن یہ ارادہ ٹھیک نہیں اور اس کا کہنے والا بہ سبب نام نہاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے احمق ہے۔" (ص۵۴)
(نعوذ باللہ من ذالک)
نمبر۷۔ "پانچویں خصلت صدق ہے سو جھوٹے کا دوست نہ بن کیونکہ تو اس سے

دھوکہ میں رہے گا کیونکہ وہ چمکتے ریت کی مثل تجھ سے بعید کو قریب اور قریب کو بعید کردے گا۔ شاید تو ان خصلتوں کا اٹھانے والا مدارس و مساجد کے رہنے والوں میں نہ پائے۔ تجھے دو باتوں میں سے ایک ضرور کرنی چاہیے یا گوشہ نشینی اور تنہائی کیونکہ اس میں تیری سلامتی ہے یا یہ کہ تیرا ملنا جلنا اپنے شرکاء سے بقدر اُن کی خصلتوں کے اس طور پر ہو کہ تو جان جائے کہ تین طرح کے بھائی ہوتے ہیں" الخ (ص۶۹)

غرضیکہ اس کتاب کے مترجم نے تو غبادت کی حد ہی کردی ہے۔ پڑھنے والے کے پلّے کیا پڑسکتا ہے؟ اصحاب علم و دانش بخوبی جانتے ہیں کہ ایک زبان سے کسی مضمون کو دوسری زبان میں اس طور پر منتقل کرنا کہ اصل مضمون کی سلاست، نفاست اور لطافت کو ٹھیس تک نہ پہنچے کتنا دشوار کام ہے۔ یہ کام بطریق احسن وہی شخص کرسکتا ہے جسے ان دونوں زبانوں پر بخوبی عبور حاصل ہو۔ اور مضمون کی نوعیّت گہرائی اور اس کے رموز و نکات و مصطلحات سے بھی باخبر ہو۔ بالخصوص اس وقت تو یہ کام اور بھی زیادہ مشکل ہوجاتا ہے جبکہ صاحبِ مضمون ہر لحاظ سے انتہائی بلند مقام پر فائز بھی ہو۔

کتاب "بدایۃ الہدایۃ" اس عالم نبیل، فاضل بے عدیل کی تصنیف ہے جس کو علمائے سلف و خلف "حُجۃ الاسلام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ علم ظاہری و باطنی میں امام تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن کی جلالتِ شان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ مگر مقام صد افسوس ہے کہ سیم و زر کے متلاشی ناشرین اور پیشہ ور مترجمین ان کی تصنیفات کا حلیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔

فقیر کے پاس کتاب "بدایۃ الہدایۃ" کا اصل نسخہ موجود نہیں کہ جس سے اصل عبارت کا پتہ چل سکے۔ کسی غبی مترجم کا یہی ترجمہ ہے جس کی اصلاح و تصویب کی فرمایش کی گئی ہے۔ اور فقیر نے ایک دینی فریضہ جان کر حسب استطاعت اس فرمائیش کی تعمیل کردی ہے۔ تاہم صاحبان علم و دانش ہی اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس کام کی تکمیل میں فقیر کو کس قدر محنت، عرق ریزی اور دماغ سوزی کرنا پڑی ہوگی۔

فقیر نے اس عبارت کو عام فہم اور مفید بنانے کی خاطر جہاں مختصر وضاحت کی ضرورت محسوس کی قوسین (......) میں وضاحت کر دی ہے اور جہاں زیادہ تشریح مناسب سمجھی وہاں نشانِ نمبر لگا کر متن کے نیچے حاشیہ میں تشریح کر دی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب مکرّم نور مجسّم سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے صدقے میں فقیر کی اس سعیٔ ناچیز کو مقبول ومشکور فرمائے۔ اور عزیز محترم جناب غلام محمد صاحب قادری سلمہٗ کے ذوق وشوق اور جذبۂ تبلیغ واشاعت دین متین میں مزید ترقی فرمائے، اور دنیا وآخرت میں جزائے جمیل عطا کرے۔ نیز اس کتاب مستطاب کو خریدنے والوں۔ پڑھنے والوں اور ہم سب کے لئے موجب اصلاح اور توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین

الفقیر الی الرحمان، ابوالحسّان حکیم محمد رمضان علی قادری غفرلہٗ۔ سنجھورو سندھ

مختصر سوانح حیاتِ حُجّۃُ الاِسلام اِمام غزّالی علیہ الرحمۃ

آپ کا اسم گرامی ۔ محمد بن محمد بن محمّد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔
آپ کی کنیت ۔ 'ابو حامد' اور لقب حجّۃ الاسلام، زین الدین، طُوسی ہے
آپ کی پیدائش ۔ ۴۵۰ھ سنہ ہجری۔ اور وفات ۱۴ر جمادی الثانی ۵۰۵ھ
بروز دوشنبہ۔
آپ کی عمر ۔ اس دنیائے فانی میں ۵۵ برس بسر کیے۔
آبائی پیشہ ۔ سُوت فروشی۔ اسی پیشہ کی نسبت سے "الغزّالی" کے
لقب سے مشہور ہوئے۔
مسلک ۔ آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد تھے۔ شافعی
مسلک کے فقیہ تھے۔

ابتدائ تحصیل علم۔ آپ نے اپنے وطن مالوف "طُوس" ہی میں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ حضرت احمد بن محمد رازکانی علیہ الرحمۃ کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ انکے بعد آپ نے امام ابو نصر اسمٰعیلی علیہ الرحمۃ اور علاّمہ ابو اسحاق شیرازی علیہ الرحمۃ اور چند دیگر مشاہیر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ آپنے نیشاپور پہنچ کر ابو المعالی جوینی علیہ الرحمۃ کی درس گاہ میں داخلہ لیا۔ امام الحرمین حضرت الملک ضیاء الدین علیہ الرحمۃ جو اس دَور کے استاذ الاساتذہ کا مقام رکھتے تھے۔ ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کر کے فارغ التحصیل ہوگئے۔ امام الحرمین علیہ الرحمۃ کے چار سو شاگردوں میں سے "معید" یعنی نائب کہلانے کا شرف حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کو حاصل ہوا۔ اور وہ بھی عین عالم شباب میں کہ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپکے علم و فضل کا چرچا دُور دراز کے علاقوں اور شہروں تک میں ہونے لگا اور

اس زمانے کے مشہور علمائے اساتذہ میں آپ کا شمار کیا جانے لگا۔ علمائے مسلک شافعیہ میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جب آپ "نیشاپور" سے "عسکر" تشریف لے گئے تو نظام الملک کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑی، اس نے آپ کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور آپ کو "مدرسہ نظامیہ" میں صدر المدرسین مقرر کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً چونتیس برس ہی کی تھی اور یہ وہ اعزاز تھا جو اس کم عمری میں آپ سے پہلے یا بعد میں کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ علمائے عراق آپ کے فضل و کمال اور حیرت انگیز تعلیم سے نہایت متعجب تھے۔ اور سب کے دلوں میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی قدر و منزلت، اعلیٰ درجہ کے خلوص کے ساتھ جاگزیں ہو چکی تھی۔ دریں اثنار آپ مسلکِ تصوف کی جانب راغب ہوئے۔ اور آپنے منزلِ طریقت کو ایک صاحبِ طریقت کی طرح طے کرنے کے لئے پیرِ طریقت حضرت شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ اور راہِ سلوک کی منزلیں تیزی کے ساتھ طے کرنے لگے۔ مسلک تصوف میں آپکو کچھ ایسا حظ وافر حاصل ہوا اور ذوق و شوق اس قدر غالب آیا کہ اس جاہ و منزلت کو بھی ترک کر دیا جس کے لئے بڑے بڑے علمائے زمانہ امیدوار رہا کرتے تھے۔

۴۸۸ھ ہجری میں فقر و درویشی اختیار کر کے بغداد سے نکل کھڑے ہوئے۔ مجاہدہ و ریاضت کے اس دور میں آپ مکّہ معظمہ پہنچے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور روضۂ انور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ "شام" میں آئے اور ایک مدت تک دمشق کی جامع مسجد میں درس و تدریس مین مصروف رہے۔ جب وہاں سے بھی جی بھر گیا تو بیت المقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ بیت المقدس کی زیارت کرنے کے بعد وہاں کے مقاماتِ مقدسہ اور مواضع معظم کی زیارتیں کرتے رہے۔ پھر ایک مدت تک "اسکندریہ" میں قیام پذیر رہنے کے بعد "طوس" کو مراجعت فرمائی۔ اس دور دراز مقامات کے سفر میں آپ نے تقریباً گیارہ برس گذار دئے تھے۔ حکومتِ وقت کے وزیرِ اعظم نے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ انداز میں درخواست ارسال

کی کہ آپ براہِ کرم مدرسہ نظامیہ کی مدرّسی دوبارہ قبول فرمالیں۔ وزیرِ اعظم نے جو مراسلہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس میں آپ کو یوں مخاطب کیا گیا۔ "خواجۂ اجلّ، زین الدین، فرید الزماں، حُجّۃ الاسلام، ابُو حامد محمّد بن محمّد بن محمّد الغزّالی دام اللہ تمکنتہ"۔ عزیزانِ گرامی! منازلِ تصوف و سلوک کو کامیابی سے طے کر لینے کے بعد عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ ایسے اللہ والے کہیں گوشہ نشین ہو جایا کرتے ہیں اور کم و بیش تارک الدنیا سے ہو جاتے ہیں۔ لیکن امام موصوف اس ضمن میں بھی منفرد نظر آتے ہیں۔ اور گیارہ برس کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد۔ جب دیکھا کہ مذہب مظلوم ہوا جا رہا ہے اور عقائد اسلام سے ایک زمانہ رُو گردانی اختیار کرتا جا رہا ہے تو عزلت نشینی کو خیر باد کہہ کر ۴۹۹ھ ہجری میں دوبارہ مسندِ درس پر رونق افروز ہوئے۔ یعنی نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ حکومتِ وقت کی درخواست اور تاکید بھی اس میں شامل تھی۔ اور سلطان سنجر اور اس کے وزیرِ اعظم فخر الملک (پسر نظام الملک) کی کوششوں کو بھی اس فیصلے میں دخل حاصل تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں کوئی بھی سلطان یا حاکم مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اور دراصل یہ فیصلہ ان کا اپنا ہی تھا۔ کیونکہ حق کو مظلوم دیکھ کر وہ کیونکر بے اعتنائی اختیار کر سکتے تھے ؟ چاہے اس میں مقاماتِ سلوک کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑتا۔ "کیمیائے سعادت" میں جو آپ نے لکھا ہے کہ "عامتہ المسلمین کی رہنمائی و نجات کی خاطر اگر کسی صوفیٔ باعمل کو شار بھی ہو جانا پڑے تو ہو جانا چاہیئے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارہ ان کی اپنی ہی ذات کی طرف ہے۔ اگر آپ بدستور صوفی بنے رہتے تو آج ان کا شمار علمار میں نہیں بلکہ صوفیائے کبار میں ہوتا۔ لیکن، آپ نے جو فیصلہ کیا وہ دنیائے اسلام کے لئے کہیں زیادہ مفید اور کار آمد ثابت ہوا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو تصوّف میں بھی جسے مسلکِ صحو کہا گیا ہے اس کی صحیح ترین مثال حضرت امام غزّالی علیہ الرحمۃ کا یہی اقدام تھا۔

بہر حال کچھ عرصہ بعد پھر مدرسہ نظامیہ سے کنارہ کش ہو کر "طُوس" میں

آکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ اور تادم آخر یہ خانہ نشینی جاری رہی۔ لیکن یہ خلوت نشینی خلق خدا سے دوری و اعراض پر مشتمل نہ تھی بلکہ آخری وقت تک نہ صرف ظاہری علوم کی تعلیم دیتے رہے بلکہ باطنی تربیت بھی اہلِ صفا کو دیتے رہے۔

آپ نے اپنے وطن "طوس" میں ایک خانقاہِ صوفیہ اور مدرسہ تعمیر کرایا۔ اور اپنے اوقات کو ذکر و فکر، وِرد و وظائف، تلاوتِ قرآن، اور درس و تدریس پر تقسیم کر دیا۔ اور اسی مشغلہ میں بمورخہ ۱۴ ر جمادی الثانی ۵۰۵ھ ہجری بروز دوشنبہ رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ! آپ کی وفات "طاہران" میں ہوئی اور وہیں پر دفن ہوئے۔ امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے بھائی احمد غزالی علیہ الرحمۃ کی روایت سے لکھا ہے کہ "پیر کے دن حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ جب صبح کے وقت بستر سے اٹھے۔ وضو کیا۔ نماز ادا کی پھر کفن لانے کا حکم فرمایا۔ کفن کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے فرمایا۔ "آقا کا حکم سر آنکھوں پر" یہ فرما کر پاؤں پھیلا دیئے۔ لوگوں نے دیکھا۔ تو۔ وصال فرما چکے تھے۔

آپ نے کم از کم ستہتر (۷۷) کتابیں۔ فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم الکلام، اور تصوّف و اخلاق کے موضوعات پر تحریر فرمائی ہیں۔ اور ہر کتاب خاصی ضخیم اور موضوع کے اعتبار سے کافی اہمیت کی حامل ہے تحریر و تصنیف کا سلسلہ بیس۲۰ برس کی عمر ہی سے شروع کر دیا تھا۔ گویا یہ سب کتابیں انہوں نے صرف تیس بتیس برس میں لکھ ڈالیں حالانکہ اسی مدّت میں دہ گیارہ برس بھی شامل ہیں جب کہ آپ منازل سلوک طے کرنے کی غرض سے بادیہ پیمائی اور دشت نوردی بھی کرتے رہے۔ آپ کی مقبول و مشہور کتابوں میں "احیاء علوم الدین" کتاب الوسیط والبسیط" ہیں۔ علم جدل میں "المنخول والمنتخل" بلند پایہ کتاب ہے۔ علاوہ ازیں "تہافۃ الفسلافہ" فلک النظر" "معیار العلم" اور "المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ" وغیرہم اعلیٰ شان کتب تصنیف فرمائیں۔

آپ کی ابتدائی زندگی کا یہ واقعہ اگرچہ بے حد مشہور ہے اور اس کا یہاں درج کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن اس میں ایسا انوکھا پن پایا جاتا ہے کہ اس کا بیان کیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کے حال کی ابتدا سچ پوچھئے تو اسی سے ہو گئی تھی۔ یعنی ایک ڈاکو کا ایک جملہ وہ کام کر گیا۔ جس کی توقع کسی پیر طریقت سے بھی کم ہی کی جا سکتی ہے۔ واقعہ یوں منقول ہے کہ " ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد جب آپ وطن واپس آ رہے تھے تو راستے میں ڈاکہ پڑا۔ اور منجملہ دیگر سامان کے ڈاکوؤں نے وہ یادداشتیں بھی آپ سے چھین لیں جو حضرت امام ابونصر علیہ الرحمۃ کی تقاریر سے آپ نے خاص طور پر قلمبند کی تھیں۔ چنانچہ آپ کو سخت قلق ہوا۔ اور ڈاکوؤں کے سردار سے درخواست کی کہ وہ یادداشتیں انہیں واپس دے دیں کہ انہی کی خاطر یہ سفر اختیار کیا تھا۔ ڈاکو کا جواب کیا تھا ایک تازیانہ تھا۔ جس نے جذبۂ خفتہ کو بیدار کر دیا۔ اور نہ صرف ظاہری آنکھیں کھل گئیں، بلکہ چشم دل بھی وا ہو گئی۔ اس ڈاکو کے ان الفاظ کا مفہوم یہ تھا۔ " یہ کیسا علم سیکھ کر آئے ہو کہ کاغذ گم ہو گئے تو علم بھی گم ہو گیا"؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف تھا کہ علم سینے میں ہوتا ہے، نہ کہ کاغذوں میں! بس یہی الفاظ ہزاروں کتابوں پہ بھاری تھے۔ اور انہی نے "محمدؒ بن محمدؒ" کو امام غزالی بنا دیا۔ کیونکہ اس کے بعد ان کا بھروسہ کاغذوں کے پرزوں پہ نہ رہا بلکہ صفحۂ دل اور لوح سینہ کے نقوش کی روشنی ہی مشعل راہِ عمل بن گئی۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ " امام ابوحامد غزالی کو میں نے طوافِ کعبہ میں دیکھا کہ ایک گدڑی پہنے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ کے پاس اس لباس کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے؟ حالانکہ آپ امام وقت اور پیشوائے عامۂ خلائق ہیں۔ لوگ آپ کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ کے فیضانِ منوّر سے استفادہ کرتے ہیں اور علم معرفت سیکھتے ہیں"! اس کے جواب میں آپ نے (زہد و قناعت کی فضیلت میں) چند ابیات پڑھ کر سنا دیئے۔ حضرت ابن عربی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں۔ " لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ

وہ بالکل فلسفی تھے، اصولِ فلاسفہ کے پابند تھے، جب ان کے اقوال دیکھے جاتے ہیں تو ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خرافاتِ فلسفہ کے متبع تھے، بعض مشائخ کبار نے خواب میں دیکھا کہ علامہ غزالی قدس سرہٗ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے بعض حاسدوں اور طاعنوں کا شکوہ کر رہے ہیں انہوں نے جس شخص کی شکایت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو ضربِ تازیانہ کا حکم فرمایا۔ جب صبح کو دیکھا گیا تو اس شخص کے جسم پر ضرب تازیانہ کے نشانات موجود تھے"۔ حضرت ابن حجر محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "ان کی کتابوں میں لوگوں نے اکثر عبارتیں اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں"۔ محدث ابن سبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "امام غزالی علیہ الرحمۃ کو وہی لوگ برا کہتے ہیں جو زندیق اور حاسد ہیں"۔ حضرت شیخ کمال الدین دمیری "حیواۃ الحیوان الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جس شخص نے مجھ سے یہ حکایت نقل کی ہے وہ بہت معتبر اور مستند ذریعہ ہے۔ شیخ عارف باللہ ابوالحسن شاذلی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے مجھ سے بیان فرمایا۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فخر کے ساتھ (امام غزالی کی طرف) اشارہ کر کے فرماتے ہیں: "آیا۔ تم نے کوئی ایسا متبحر (عالم) اپنی اپنی اُمت میں دیکھا ہے؟" حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "نہیں"!

شیخ عارف، استاد رکن الشریعۃ والحقیقۃ ابوالعباس مرسی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز، حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کے تذکرے میں فرماتے ہیں۔

"صدیقیتِ عظمیٰ کا مرتبہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کو حاصل تھا"۔ اور حضرت شیخ جمال الدین اسنوی علیہ الرحمۃ نے "دہمات" میں امام غزالی قدس سرہٗ کا تذکرہ نہایت عمدہ لکھا ہے کہ۔ "امام غزالی اپنے زمانہ کا قطب ہے۔ اور اس کا

وجود باوجود ایسا بابرکت ہے کہ جس کی برکتیں ہر وجود کے شاملِ حال ہیں۔ اور ان کا وجود گویا خلاصہ روح ہے ہر ایمان اور ہر اس راستہ کا مستقیم موصل الی اللہ ہے، اور اس بزرگ سے وہی شخص بغض رکھتا ہے جو (خود) زندیق اور ملحد ہے حضرت امام غزالی قدس سرہٗ اپنے زمانہ میں وحید العصر تھے، آپ جس طرح اپنے کمالِ علم میں یکتائے دہر ہیں۔ اسی طرح آپ کی تصانیف بھی بے نظیر ہیں خصوصاً "اِحیاء العلوم" جس کے مطالعہ سے اہلِ علم سیر نہیں ہوتے اور طالبانِ آخرت کو اس کے مطالعہ سے بے انتہا ذوق پیدا ہوتا ہے۔"

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز اپنی کتاب "مرج البحرین" میں ارقام فرماتے ہیں: "امام غزالی علیہ الرحمۃ اوائل عمر میں فقہائے متکلمین کے طریقہ پر تھے لیکن آخر عمر میں پکے صوفی اور موحّد بن گئے۔ اور اس گروہِ (صوفیاء) میں بھی محققین اور مشہور علماء میں شمار کئے جانے لگے اور امام حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے۔ علم تصوّف میں اکثر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بعض اربابِ کشف نے صحبتِ معنوی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امام غزالی کی نسبت دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذالِكَ رَجُلٌ وَصَلَ اِلَی الْمَقْصُوْدِ۔" یعنی امام غزالی ایسے شخص ہیں جو مقصود تک پہنچ گئے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، اپنے حبیب لبیب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ بزرگانِ دین اولیاء کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

حررہٗ۔ الفقیر الی الرحمان ابوالحسنات حکیم محمد رمضان علی قادری غفرلہٗ۔
سنجھورو سندھ۔ مورخہ ۲۸ جمادی الاوّل ۱۴۰۹ سنہ ہجری

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شیخ الامام، عالم، علّامہ حجۃ الاسلام، برکت انام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی (اللہ ان کی روح کو پاک اور ان کے مرقد کو منور کرے، اور ہماری یہ دعا قبول کرے) فرماتے ہیں۔

سب تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اور درود وسلام اس کے محبوب، خیر الخلق محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر اور ان کی آل واصحاب پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ اے علم حاصل کرنے کے خواہش مند اور علم کی طرف متوجہ ہونے والے! اور اپنے نفس سے سچی محبت اور اس کی فرط تشنگی کا اظہار کرنے والے!

اگر حصول علم سے تیرا مقصد علم پر فخر وغرور، اور بحث ومناظرہ کے ذریعہ اپنے ہم عصروں پر برتری حاصل کرنا۔ لوگوں میں ہر دلعزیز بننا۔ اور علم کے ذریعہ مال ومتاع دنیوی سمیٹنا ہے تو بلا شبہ تو اپنے دین کی تباہی، نفس کی ہلاکت اور آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اور یقیناً تیری اس بیع وتجارت میں نقصان ہی نقصان ہے گھاٹا ہی گھاٹا ہے اور تجھ کو اس راہ پر لگانے والا تیرے گناہ میں مددگار اور تیرے نقصان میں شریک ہے۔ اور وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی ایک راہزن کے ہاتھ تلوار بیچ دے۔ چنانچہ نبیؐ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ مَنْ اَعَانَ عَلٰی مَعْصِیَۃٍ وَلَوْ بِشَطْرِ کَلِمَۃٍ کَانَ شَرِیْکًا لَہٗ۔ یعنی جس نے معصیت پر مدد دی اگرچہ وہ ایک کلمہ ہی ہو تو وہ گناہ میں اس کا شریک ہے۔

لیکن اگر تحصیل علم میں تیری نیت وارادہ یہ ہے کہ تجھ کو ہدایت ملے۔ رضائے الٰہی حاصل ہو۔ محض قیل وقال تیرا مقصود نہیں تو میں تجھے مبارکباد کہتا ہوں۔

اس لئے کہ طلب و تحصیل علم میں جب تو زمین پر قدم رکھتا ہے تو فرشتے تیرے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور دریا کی مچھلیاں تیری مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں۔ مگر اوّلاً تجھے یہ جان لینا ضروری ہے کہ جو ہدایت کہ ثمرۂ علم ہے اس کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور کوئی بھی شخص جب تک اس کے ابتدائی احکام سے واقف نہ ہولے اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جب تک اس کے ظاہر سے واقف نہ ہو اس کے باطن کا ادراک نہیں کر سکتا۔

خبردار! میں تجھے ہدایت کی ہدایت دیتا ہوں جس سے تو اپنے نفس کا تجربہ اور دل کا امتحان کر لے۔ پس اگر تو اپنے دل کو اس کی طرف مائل اور نفس کو اس کا تابعدار اور قابل پائے تو تجھے نہایت کی طرف متوجہ ہونا ضروری اور علوم کے دریاؤں میں غوطہ لگانا لازمی ہے۔ لیکن اگر تو اس کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دل کو متوحش اور اس کے مقتضا کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ نہ پائے تو سمجھ لے کہ تیرا نفس جو تحصیل علم کی جانب مائل ہے شیطان لعین کا تابعدار، نفس امارہ ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ تجھے غرور کی رسی میں جکڑ کر اپنے مکر سے ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے۔ اور معرض خیر میں تجھ کو برائیوں میں مبتلا کر دے تاکہ تو اُن لوگوں سے ہو جائے جو بہ لحاظ عمل نقصان میں ہیں۔ جن کا دنیا کی زندگی میں سب کیا دھرا برباد ہو چکا اور وہ اپنے اس گمان میں ہیں کہ نیکیاں کما رہے ہیں۔ دریں اثنا شیطان تجھ کو وہ احادیث اور اخبار پڑھ کر سنائے گا جو علم اور علماء کی فضیلت میں وارد ہیں (تاکہ تو اپنے علم پر اور زیادہ مغرور و متکبر ہو جائے) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشادات سے غافل کر دے گا کہ "جس نے علم میں ترقی حاصل کی اور ہدایت میں (ترقی) نہ کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہو جاتا ہے۔ نیز حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد سے کہ "قیامت کے دن بہت سخت عذاب اُس عالم کو ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے فائدہ نہ اٹھانے دیا ہو گا"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَعَمَلٍ لَّا یُرْفَعُ وَدُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ۔

بارِ خدایا۔ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نافع نہ ہو اور اس دل سے جو خدا کا خوف نہ کرے اور اس عمل سے جو آسمان کی جانب نہ اٹھایا جائے اور اس دعا سے جو سُنی نہ جائے (جو قبول نہ کی جائے) اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد سے غافل کر دے گا کہ "شب معراج میرا گذر ایک ایسی قوم (گروہ) پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے۔ میں نے کہا۔ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواباً کہا" ہم لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے تھے اور خود نہیں کرتے تھے. دوسروں کو بُری باتوں سے منع کرتے تھے لیکن خود باز نہیں رہتے تھے. اے مسکین! خود کو جھوٹ کی فرماں برداری سے بچا کہ وہ تجھے تکبّر کی رسّی میں لٹکا دے گا۔ جاہل پر تو یوں افسوس ہے کہ اس نے علم حاصل نہ کیا۔ اور عالم پر اس سے زیادہ افسوس ہے کہ اس نے (علم حاصل کر کے) ہزار دفعہ جانا اور پھر عمل نہ کیا.

واضح ہو کہ۔ لوگ طلب علم میں تین قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو علم کو معاد (دوسرے جہانِ آخرت) کا توشہ بنالیں۔ اور ان کا مقصود رضائے الٰہی اور دارِ آخرت ہو۔ یہ لوگ فلاح پانے والوں میں سے ہیں۔ دوم۔ وہ جو علم کو موجودہ (دنیوی) زندگی کا سہارا بنالیں اور اس کے ذریعہ سے عزت وجاہ اور دنیوی مال و متاع حاصل کریں۔ اگر ایسے لوگ یہ حرکتیں کرتے ہوئے یہ احساس رکھتے ہوں کہ یہ ناجائز حرکتیں ہیں اور دل میں سمجھتے ہوں کہ وہ ذلیل و کمینہ حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں. (یعنی بُرائی کو اچھائی سمجھ کر۔ ناجائز کو جائز سمجھ کر نہ کرتے ہوں) تو وہ (سخت) خطرے میں ہیں اگر توبہ کرنے سے پہلے موت آگئی تو بُرے خاتمہ کا ڈر ہے. ایسے لوگوں کا امرِ خطیر مشیّت الٰہی پر ہے اگر مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق مل گئی اور علم کے ساتھ عمل کو منضم کر دیا اور (اپنی اصلاح کر کے) زیادتی خلل کا تدارک کر لیا تو یہ فلاح پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مثل ہے[1]

حاشیہ[1] بحسب ارشاد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کہ فرمایا۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے۔ جس کے ذمّہ کوئی گناہ نہیں۔ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

سوم۔ وہ شخص کہ جس پر شیطان پوری طرح غالب ہو۔ اس نے اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ مال و دولت کمانے اور اس پر فخر کا ذریعہ بنالیا ہو۔ اس کی کوشش یہی رہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے عقیدت مند بنتے چلے جائیں اور کثرت اتباع کی وجہ سے لوگ اسے بڑے وقار اور عزت کا حامل سمجھنے لگیں۔ وہ وہیں جائے جہاں سے اس کا مفاد پورا ہونے کی امید ہو وہ ہر جگہ سے اپنا مطلب نکالنے کی فکر میں رہے اور ان تمام باتوں کے باوجود اپنے دل میں یہی سمجھتا رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے۔ خدا کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔ محض اس بنا پر کہ اس کا لباس علمار جیسا ہے۔ انہی کی طرح گفتگو کرتا ہے۔ علمار کی وضع قطع اختیار کئے ہوئے ہے۔ حالانکہ وہ پوری طرح امور دنیا میں دنیا داروں کی طرح الجھتا رہتا ہے۔ الغرض اس کے قول اور عمل میں تضاد اور اس کے ظاہر و باطن میں اختلاف واقع ہے۔ ارشاد خداوندی سے غافل ہے کہ فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ اے ایمان والو! تم وہ کچھ کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے دجّال کے علاوہ دوسرے لوگوں کا تم پہ زیادہ خوف ہے" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یارسولُ اللہ! وہ کون لوگ ہیں" فرمایا۔ "علماءِ سوء" یعنی علمائے بَد) اس کی وجہ یہ ہے کہ دجّال کا کام تو زیادہ سے زیادہ گمراہ کرنا ہے۔ اور ایسا عالم، اگرچہ زبان سے لوگوں کو برائیوں سے منع کرتا ہے۔ مگر اپنے عمل و کردار سے انہیں برائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ نافرمانی کی دعوت دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ زبانِ مقال کے مقابلے میں زبانِ حال زیادہ فصیح (و مؤثر) ہے۔ جب کہ عوام النّاس کے طبائع پند و نصائح پر عمل کرنے سے زیادہ اعمال میں سستی و کاہلی کی جانب مائل ہیں۔ پس یہ عالم بَد۔ اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعہ اصلاح کے مقابلہ میں اپنے عمل و کردار سے لوگوں میں بگاڑ زیادہ پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ علمار کی بدکاریوں پر جرأت کو دیکھ کر جُہلاءُ بھی جَری ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے عالم بَد کا علم لوگوں کو گناہوں پر دلیر بنا دیتا ہے، گویا کہ ایسا عالم وعظ و تقریر میں لوگوں کو دعوت دے کر اللہ تعالیٰ پر اپنے

علم کا احسان جتاتا ہے ——— اور اس کا نفس اس کو باور کراتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ اور بہت سے بندوں سے بہتر ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا عالم احمقوں اور غرور کرنے والوں میں سے ایک احمق و مغرور ہے۔ اس کے تائب ہونے کی توقع منقطع ہو چکی ہے۔ اس کا نفس (امّارہ) اسے ورطۂ ہلاکت میں ڈال کر چھوڑے گا۔

اے طالب! تجھے فریق اوّل میں سے ہونا چاہیئے۔ اور اس سے بھی ڈرتے رہنا چاہیئے کہ تو کہیں دوسرے فریق میں سے نہ ہو جائے۔ بہت سے لوگوں کو موت اچانک دبوچ لیتی ہے توبہ کا موقعہ ہی نہیں ملتا اور وہ لوگ حسرت ہی میں رہ جاتے ہیں۔[۱]

اے عزیز! بچ اور پھر بچ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو تیسرے فریق میں ہو جائے۔ ورنہ تو ایسا ہلاک ہو گا کہ تیرے لیے فوز و فلاح کی کوئی امید باقی نہ رہے گی۔

اے عزیز! اگر تو اپنے نفس کا تجربہ کرنے کے لیے ابتدائے ہدایت کو جاننے کا خواہش مند ہے تو اچھی طرح جان لے کہ "ابتدائے ہدایت" ظاہر کی پرہیزگاری ہے۔ اور اس کی "نہایت" تقویٰ باطنی ہے۔ عاقبت کی بہتری تقویٰ سے ہے اور ہدایت متقین ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر (احکام) بجالانے اور منہیات سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ اور ان کی دو قسمیں ہیں ہشیار ہو جا۔ کہ میں تجھے جملاً بطور اختصار ان دونوں قسموں میں۔ ظاہر علم تقویٰ کا بتاتا ہوں۔

پہلی قسم۔ طاعات کے بیان میں

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام دو طرح کے ہیں۔ اوّل۔ فرائض۔ دوم۔ نوافل۔

فرض۔ راس المال (اصل پونجی) ہے اور اصل تجارت ہے جس سے نجات حاصل ہوگی۔ نفل "نفع" ہے۔ اس سے درجات حاصل ہوں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ میرے اس پر فرض کیے ہوئے

حاشیہ [۱] مگر۔ پھر پچھتائے کیا بنے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۔

فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر اور کسی چیز کے ذریعہ میرا تقرّب حاصل نہیں کرتا۔ ؎ میرا بندہ (کثرت) نوافل کے ذریعہ میرے اس قدر قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی وہ زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے، اور وہ ہاتھ جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے ؟؟

اے طالب! جب تک تو اپنے دل اور اعضاء کا مراقبہ (نگہداشت) نہ کرے اور صبح سے شام تک اپنے لحظات و انفاس میں محاسبہ نہ کرتا رہے گا احکام الٰہی کو قائم نہ کر سکے گا۔ تو بالیقین جان لے کہ اللہ تعالیٰ تیرے (تمام احوال) پر مطلع ہے وہ تیرے ظاہر و باطن کو (ہرآن) دیکھ رہا ہے اور تیرے تمام لحظات اور دل کے خطرات تیرے چلنے پھرنے اور سکون و حرکات کو گھیرے ہوئے ہے۔ تُو جلوت و خلوت میں اُس کے سامنے ہے۔ مُلک و ملکوت میں کوئی ساکن۔ سکون اور کوئی متحرک۔ حرکت نہیں کرتا جس پر آسمانوں اور زمین کا جبّار مطلع نہ ہو۔ وہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور دلوں کی پوشیدہ باتوں اور ہر ڈھکے کھُلے کو خوب جانتا ہے۔ اے مسکین! تجھے ظاہر و باطن میں خدا تعالیٰ کے سامنے ادب سے رہنا چاہیے، جیسے کوئی ذلیل غلام گنہگار، جبّار و قہّار بادشاہ کے حضور میں ادب سے رہتا ہے۔ اور تجھے اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ تیرا آقا تجھے ایسی جگہ نہ دیکھے جہاں سے تجھے منع کیا ہے۔ اور جس جگہ کا تجھے حکم کیا ہے وہاں سے تجھے غیر حاضر نہ پائے۔

اے عزیز! تُو اِس طریقے کو اختیار کئے بغیر اپنے اوقات کو ہرگز تقسیم نہ کر سکے گا اور صبح سے شام تک کے اپنے اوراد و وظائف کو مرتب نہ کر سکے گا۔ اس لئے۔ نیند سے بیدار ہونے سے لے کر دوبارہ اپنے بستر پر جانے تک۔ اللہ تعالیٰ کے اُن احکام کو ہر وقت پیش نظر رکھ جن کا تجھے مکلّف بنایا گیا ہے۔

حاشیہ ؎ یعنی میرا قرب حاصل کرنے کے لئے ادائیگی فرض سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ (ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

فصل ۔ نیند سے بیدار ہونے کے آداب

اے عزیز! تجھے ہمیشہ طلوعِ فجر سے قبل بیدار ہو جانے کی کوشش میں رہنا چاہیئے۔ اور بیدار ہو کر سب سے پہلے تیرے دل اور زبان پر ذکرِ خدا جاری ہونا چاہیئے بیدار ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْعَظَمَةُ وَالسُّلْطَانُ لِلّٰهِ وَالْعِزَّةُ وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَعَلٰی كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَعَلٰی مِلَّةِ اَبِیْنَا اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تَبْعَثَنَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ اِلٰی كُلِّ خَیْرٍ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَجْتَرِحَ فِیْهِ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَیْنَا وَبِكَ نَحْیَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَیْكَ النُّشُوْرُ نَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ وَخَیْرَ مَا فِیْهِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّ مَا فِیْهِ۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا[1] اور قبروں سے اٹھ کر اسی کے پاس جائیں گے۔ ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ملک اللہ کا ہے، عظمت و سلطنت اللہ کی ہے۔ اور عزت و قدرت رب العالمین کے لئے ہے۔ ہم نے صبح کی دین اسلام اور کلمۂ اخلاص، اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور نیز اپنے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر جو حق کی طرف مائل اور مسلمان تھے اور گروہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ یا اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اٹھائے تو ہمیں آج کے دن ہر ایک بھلائی کے لئے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ اس میں کوئی برائی کروں یا کسی مسلمان کو نقصان پہنچاؤں۔ یا اللہ! ہم نے تیرے ساتھ صبح کی

حاشیہ [1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ۔ نیند، موت کی بہن ہے۔ یہاں مرنے سے مراد سونا اور زندہ ہونے سے مراد جاگنا ہے۔ یعنی جس نے ہم کو [illegible] کے بعد جگایا۔ سونا اور جاگنا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے (ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

اور شام کی اور تیرے حکم سے زندہ ہوتے اور مرتے ہیں اور قبروں سے اٹھ کر تیرے پاس جائیں گے اور ہم تجھ سے اس دن کی بھلائی اور خیر کا سوال کرتے ہیں جو اس میں ہونے والی ہے۔ اور اس دن کی بدی سے پناہ مانگتے ہیں جو اس میں ہونے والی ہے۔" اے عزیز! جب تو کپڑے پہنے تو حکم الٰہی کی تعمیل اور اپنا بدن ڈھانکنے کی نیت کر۔ اور اس سے ڈر کہ لباس پہننے سے تیرا ارادہ خلقت کو دکھانا مقصود ہو۔ ورنہ تو تباہ ہو جائے گا۔

بیت الخلاء جانے کے آداب

جب تو قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ۔ اور نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر رکھ۔ اور اپنے ساتھ ایسی کوئی چیز نہ لے جا جس پر اللہ تعالیٰ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہو ننگے سر اور ننگے پاؤں بھی نہ جا۔ اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ پڑھ۔ بِسْمِ اللّٰهِ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ[1] اللہ کے نام سے۔ اللہ کی پناہ لیتا ہوں، نجاست ناپاک کرنے والی اور خبیث ناپاک شیطان مردود سے۔ اور باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّيْ مَا يُؤْذِيْنِيْ وَاَبْقٰى عَلَيَّ مَا يَنْفَعُنِيْ۔[2] یا اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ایذا دینے والی چیز مجھ سے دور کر دی اور نفع دینے والی چیز کو باقی رکھا۔

نیز مسنون ہے کہ قضائے حاجت سے پہلے ڈھیلوں کا شمار کر لے[3]

حاشیہ [1] بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا بھی مسنون ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

[2] بیت الخلاء سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھنا بھی مسنون ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ۔

[3] یعنی حسب ضرورت تین یا پانچ یا سات عدد طاق ہونا چاہیئے۔

اور قضائے حاجت کی جگہ پانی سے استنجا نہ کر[1] اور خوب کھانس کر تین مرتبہ پیشاب سے استبرا کر[2] اور بایاں ہاتھ ذکر (عضو مخصوص) کے نیچے پھیر۔ اگر تو جنگل میں ہو تو لوگوں کی آنکھوں سے دُور چلا جا۔ اگر پھر بھی ستر کی جگہ نہ ملے تو پردہ کرلے۔ اور اپنی شرم گاہ کو بیٹھنے کی جگہ میں بیٹھنے سے پہلے نہ کھول۔ کعبہ اور آفتاب و چاند کا استقبال و استدبار نہ کر[3] اور جہاں لوگ بیٹھا کرتے ہوں[4] پیشاب نہ کر[5] ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درخت کے نیچے اور کسی جانور کے بِل میں پیشاب نہ کر۔ سخت زمین پر اور ہوا کے رُخ پر پیشاب نہ کر تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ (یعنی قبر کا عذاب اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے) اور بائیں پاؤں پہ بوجھ ڈال کر بیٹھ اور کھڑے ہو کر پیشاب نہ کر[6]۔ ڈھیلوں اور پانی دونوں سے استنجا کرنا چاہیئے[7]۔ اگر دونوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا چاہے تو پانی سے استنجا افضل ہے۔ اور اگر ڈھیلوں پر اکتفا کرنا چاہے تو لازم ہے کہ تین پاک صاف ڈھیلوں کا استعمال کرکے مقام نجاست کو خشک کیا جائے اور ڈھیلے اس طرح پھیرے جائیں کہ نجاست اِدھر اُدھر پھیل کر نہ لگے۔ اسی طرح ذکر کو بھی تین ڈھیلوں سے پونچھنا چاہیئے۔ استنجا میں تین ڈھیلوں سے صفائی نہ ہو تو پانچ یا سات ڈھیلے استعمال کرلے۔ اس طرح کہ ڈھیلوں کا عدد وتر رہے۔ اس لئے کہ وتر (طاق عدد) مستحب ہے۔

حاشیہ [1] کہ چھینٹے پڑنے سے محفوظ رہے، لیکن اگر گٹر سسٹم، کموڈ وغیرہ میں قضائے حاجت کی جائے تو پانی سے استنجا کرسکتے ہیں کہ چھینٹے پڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

حاشیہ [2] کہ کھانسنے سے پیشاب کی نالی میں کوئی قطرہ رُکا ہو تو خارج ہوجائے۔

[3] یعنی پاخانہ، پیشاب کرتے وقت کعبہ، سورج یا چاند کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے نہ بیٹھا جائے۔

[4] سایہ دار درخت کے نیچے

[5] کہ اس سے لوگوں کو ایذا پہنچے گی۔

[6] بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے۔

[7] پہلے ڈھیلوں سے استنجا کرکے پھر پانی سے اچھی طرح دھوکر صاف کرنا چاہیئے۔

استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے۔ استنجا سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔
اَللّٰھُمَّ طَہِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔
(یا اللہ! میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے اور میری شرم گاہ کو بُرے کاموں سے بچا) استنجا کر چکنے کے بعد ہاتھوں کو زمین یا دیوار سے مَل کر پانی سے دھونا چاہییں ؎۱

وضو کے آداب

وضو سے پہلے مسواک ضرور کرنا چاہیئے (کہ مسنون ہے) اس سے مُنہ (اور دانتوں) کی صفائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، شیطان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ مسواک والی نماز، بے مسواک والی نماز سے ستّر درجہ افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "اگر میری اُمّت کو وقت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو مَیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم فرماتا۔" نیز حضور انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ "مجھکو مسواک کا یہاں تک حکم ہوا کہ مجھے اپنے پر مسواک فرض ہونے کا اندیشہ ہوگیا۔" وضو کے لئے قبلہ کی طرف منہ کر کے اونچی جگہ بیٹھنا چاہیئے تاکہ بدن اور کپڑوں پر چھینٹے نہ پڑیں۔ اور یہ دعا پڑھیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم والا مہربان۔ یارب! میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطانی خطرات سے اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اے میرے رب کہ وہ میرے پاس آئیں) پھر برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئیں۔ اور یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْیُمْنَ وَالْبَرَکَۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَکَۃِ (یا اللہ! میں تجھ سے نیک بختی اور برکت کا خواستگار ہوں اور نحل

حاشیہ ؎۱ یہ اس صورت میں ہے جب کہ کچی زمین یا کچی دیوار ہو، اور پاک صابون وغیرہ میسّر نہ ہو۔
(فقیر ابوالحسّان حکیم محمد رمضان علی قادری عفی عنہٗ)

وہلاکت سے تیری پناہ مانگتا ہوں) پھر حدث کے دور ہونے اور نماز کے مباح ہونے کی نیت کریں۔ منہ دھونے سے پہلے نیت کرلینی چاہئیے ورنہ وضو نہ ہوگا[1] پھر چلّو میں پانی لے کر تین مرتبہ کُلّی کریں۔ روزہ دار نہ ہوں تو پانی حلق تک پہنچانے میں مبالغہ کریں۔ (غرغرہ کریں) اور یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَكَثْرَةِ ذِكْرِكَ وَثَبِّتْنِیْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (یا اللہ! تیری کتاب قرآن شریف پڑھنے اور اپنی کثرت یاد پر میری مدد فرما اور مجھے دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول الثابت پر ثابت قدم رکھ) پھر چلّو میں پانی لے کر تین مرتبہ ناک میں ڈالیں استنشاق کریں ناک جھاڑ کر رطوبت خارج کریں۔ اور یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ (یا اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سونگھا اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی ہو) اور ناک جھاڑتے وقت یہ پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَسُوْءِ الدَّارِ (یا اللہ! میں جہنم کی لپٹوں اور بُرے گھر سے تیری پناہ مانگتا ہوں) پھر پانی لے کر شروع سطح پیشانی سے لے کر ٹھوڑی کی انتہا تک طول میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک اور تحذیف کی جگہ پانی پہنچائیں تحذیف وہ مقام ہے جہاں سے عورتوں کو بال دور کرنے کی عادت ہے اور وہ مقام کانوں کی لَووں سے گوشۂ پیشانی تک ہے یعنی جس پر وجہ پیشانی کا اطلاق ہوتا ہے اور دونوں ابروؤں، مونچھوں، پلکوں۔ اور دونوں کانوں کے نیچے جہاں سے داڑھی شروع ہوتی ہے وہاں کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائیں۔ ہلکی (چھدری) داڑھی کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب ہے اگر داڑھی گھنی ہو تو نہیں۔ اور مُنہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ بِنُوْرِكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَآئِكَ وَلَا تُسَوِّدْ

حاشیہ[1] ائمہ احناف علیہم الرحمۃ کا فتویٰ ہے کہ وضو کے لئے نیت شرط نہیں۔ تیمم میں نیت شرط ہے۔ (ہدایہ۔ کتاب الصلوٰۃ) حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ شافعی ہیں ان کے نزدیک وضو میں نیت فرض ہے۔ (فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

وَجْهِیْ بِظُلُمَاتِكَ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ (یا اللہ! قیامت کے دن جس دن تیرے دوستوں کے منہ روشن ہوں گے میرا منہ اپنے نور سے روشن کردینا اور اپنی تاریکیوں سے میرا منہ کالا نہ کرنا جس دن کہ تیرے دشمنوں کے منہ کالے ہوں گے) گھنی داڑھی کا خلال کرنا ہرگز نہ بھولیں۔ پھر پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنیوں سمیت نصف بازوؤں تک دھوئیں کیونکہ جنت میں زیور مواضع وضو تک پہنایا جائے گا۔ دایاں ہاتھ دھوتے ہوئے یہ پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (یا اللہ! میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان طور پر لینا) بایاں ہاتھ دھوتے ہوئے یہ پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ (یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تو میرا اعمال نامہ میرے بائیں ہاتھ میں دے یا پس پشت سے) پھر اپنے سر کا اس طرح سے مسح کریں کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کرکے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں سے ملاکر دونوں ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھ کر گدی تک لے جائیں پھر لوٹا کر آگے کی طرف لائیں۔ سر کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ اَللّٰھُمَّ حَرِّمْ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ (یا اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل کر اور جس دن تیرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا اس روز مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھنا۔ یا اللہ! میرے بال اور میری کھال آتش دوزخ پر حرام کردے) پھر نیا پانی لے کر کانوں کے باہر کے اور اندر کے حصوں کو مسح کریں[1] اور انگشت شہادت کانوں کے سوراخوں میں داخل کریں۔ کانوں کے باہر کی جانب انگوٹھوں کے اندرونی حصہ سے مسح کرنا چاہیئے۔ اور یہ پڑھنا چاہیئے۔

حاشیہ[1] نیا پانی لے کر پورے سر کا ایک بار مسح کرنا فرض ہے اور اسی پانی سے تر انگلیوں سے کانوں کا اور گردن کا مسح کیا جائے کہ یہی مسنون ہے (ہدایہ) (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اَللّٰهُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ (یا اللہ! مجھے ان لوگوں سے کر دے جو باتیں سن کر ان میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یا اللہ! تو مجھے نیکوں کے ساتھ جنت میں جانے کی منادی سنا دے) پھر گردن کا مسح کریں اور یہ پڑھیں اَللّٰهُمَّ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ (یا اللہ! تو میری گردن کو آتشِ جہنم سے آزاد کر دے اور جہنم کے طوقوں اور زنجیروں سے تیری پناہ مانگتا ہوں) پھر پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں مع ٹخنوں کے دھوئیں اور بائیں ہاتھ کی خنصر (چھوٹی انگلی) سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کریں۔ اس ترتیب سے کہ دائیں پاؤں کی خنصر سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی خنصر پر ختم کریں۔ خلال نیچے کی طرف سے انگلی ڈال کر کرنا چاہیے۔ اور یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ مَعَ اَقْدَامِ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ (یا اللہ! مجھے نیک بندوں کے قدموں کے ساتھ سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ) اسی طرح بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ فِی النَّارِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ وَ الْمُشْرِکِیْنَ (یا اللہ! میں اپنا پاؤں پل صراط پر جہنم میں پھسل جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس دن منافقوں اور مشرکوں کے قدم پھسل جائیں گے) پاؤں دھوتے وقت نصف پنڈلیوں تک دھونا چاہیے اور وضو میں ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا چاہیے۔ جب وضو سے فارغ ہوں تو آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ

التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِيْ اَذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یا اللہ! تو پاک ہے، اور میں تیری حمد کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، میں نے بداعمالی کی اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ یا اللہ! تو مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں میں کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں کر دے اور مجھے صابر اور شکر گزار بنا دے اور مجھے ایسا کر کہ میں تیرا ذکر بکثرت کیا کروں اور صبح شام تیری تسبیح کرتا رہوں) جو شخص وضو کرتے ہوئے یہ دعائیں پڑھا کرے اس کے سارے گناہ دُھلنے والے اعضاء کے راستے نکل جائیں گے اور اس کے وضو پر (قبولیت کی) مہر لگا دی جائے گی اور عرش کے نیچے لے جائیں گے، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تسبیح بیان کرتا رہے گا اور اس وضو کا ثواب تا قیامت اس کے لئے لکھا جاتا رہے گا۔

وضو کرتے ہوئے سات اُمور کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ (۱) اپنے ہاتھ نہ جھاڑیں کہ پانی کے چھینٹے پڑیں (۲) اپنے مُنہ پر پانی کو طمانچہ کی طرح نہ ماریں۔ (۳) وضو کرتے ہوئے باتیں نہ کریں۔ (۴) اعضاء کو تین مرتبہ سے زائد نہ دھوئیں (۵) محض وسوسہ کی وجہ سے بلا ضرورت پانی زیادہ نہ بہائیں۔ وسوسہ کرنے والوں کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام "دلہان" ہے وہ اُن کے ساتھ کھیلتا ہے۔ (۶) دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو نہ کریں (۷) تانبے کے برتنوں سے وضو نہ کریں [1]

حاشیہ [1] اگر قلعی کئے ہوئے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

یہ وضو کے سات مکروہات ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی وضو کرتے ہوئے اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام بدن کو پاک کر دیتا ہے۔ اور جو یاد نہیں کرتا تو اس کے بدن کے وہی اعضاء پاک ہوتے ہیں جن کو پانی پہنچتا ہے [۱]

غسل کے آداب

اے عزیز! جب تجھے احتلام یا جماع کے سبب جنابت ہو جائے تو برتن غسل خانے میں اٹھا کر لے جائیں [۲] پہلے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئیں پھر اپنے بدن پر سے ناپاکی دھو کر اسی طرح وضو کریں جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔ وہی دعائیں بھی پڑھیں پاؤں بعد میں دھوئیں [۳] وضو کر چکنے کے بعد جنابت دور کرنے کی نیت کر کے تین مرتبہ سر پر پانی ڈال کر بدن کو آگے پیچھے، اور دائیں بائیں سے مل کر پانی بہائیں۔ سر کے بالوں اور داڑھی کا خلال کریں [۴] معاطف بدن [۵] اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائیں (بہائیں) بال خواہ چھدرے ہوں یا گھنے وضو کے بعد اپنے ذکر (عضو مخصوص) کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اگر ہاتھ لگ جائے تو دوبارہ وضو کریں [۶] تین مرتبہ کلی کرنا۔ تین مرتبہ ناک میں پانی دینا [۷] اور سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے۔ اور نیت کرنا اہم فرض ہے۔ اور وضو میں یہ فرض ہیں منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، چوتھائی سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پاؤں دھونا۔ ایک ایک مرتبہ مع ترتیب کے۔ ان کے علاوہ جو امور ذکر کئے گئے ہیں سنن مؤکدہ ہیں۔ ان کی فضیلت اور ثواب بے نہایت ہے ان میں سستی کرنے والا نقصان میں رہتا ہے۔ بلکہ اصل فرائض میں کمی رہ جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ سنن و نوافل سے فرائض کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔

حاشیہ [۱] اس سے مراد خصوصی برکت و پاکیزگی ہے [۲] اگر غسل خانہ میں پانی کا انتظام نہ ہو۔ [۳] جبکہ غسل خانہ میں پانی جمع ہو اور پانی میں پاؤں ڈوبے رہیں۔ ورنہ پہلے ہی دھولیں۔ [۴] تاکہ کوئی بال خشک نہ رہ جائے۔ [۵] بدن کے پوشیدہ حصوں، سلوٹوں [۶] یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کی رُو سے ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب میں دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں۔ [۷] اگر روزہ دار نہ ہو تو مبالغہ سے غرارہ کرنا، اور ناک کے بانسہ کی ہڈی تک پانی چڑھانا اور دھونا۔

تیمّم کے آداب

اگر غسل جنابت کی حاجت ہو یا وضو کرنا ہو اور جستجوئے کامل کے باوجود پانی دست یاب نہ ہو۔ یا بیماری کا عذر ہو[1] یا پانی تک پہنچنے سے کوئی امر شدید مانع ہو، کوئی درندہ وغیرہ حائل ہو۔ یا اپنی پیاس یا اپنے رفیق کی پیاس بجھانے کی خاطر پانی محفوظ رکھا گیا ہو[2] یا کسی کی ملکیت میں پانی ہے مگر وہ بیچتا نہیں یا بہت زیادہ قیمت طلب کرتا ہو۔ یا بدن پر کوئی زخم یا کوئی مرض ہے کہ پانی لگنے سے جان جانے کا خوف ہو تو تیمّم کا حکم ہے (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) پھر پاک مٹی جس پر پاک مٹی کا غبار رہو اس پر اپنے دونوں ہاتھ ماریں اس طرح کہ انگلیاں (قریب قریب) ملی ہوئی ہوں۔ (رفع حدث و) اباحت نماز کے لئے نیت کر کے پورے چہرے پر (بالاستیعاب) مسح کریں[3] اگر انگوٹھی پہنے ہوں تو اسے اتار لیں۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر ماریں اس طرح کہ انگلیاں کھلی ہوں اور پھر ہاتھوں سے کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کا مسح کریں اور انگلیوں کے درمیان خلال کریں[4] (یہ احتیاط ضروری ہے کہ کوئی حصّہ مسح سے رہ نہ جائے) اس تیمّم سے ایک وقت کے فرض، نفل جو چاہے پڑھیں۔ اور دوسرے وقت کی نماز کے لئے دوبارہ تیمّم کریں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہی مذہب ہے[5]۔

مسجد کو جانے کے آداب

وضو سے فارغ ہو کر۔ اگر صبح صادق ہو چکی ہے تو اپنے گھر میں دو رکعت سنّت پڑھیں۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پھر مسجد کو جائیں

حاشیہ[1] کہ پانی کے استعمال سے مرض کے شدید ہو جانے یا خوفِ ہلاکت ہو [2] کہ خوف ہو کہ پینے کے لئے نہ بچے گا اور پانی نہ ملے گا [3] اس طرح کہ جہاں وضو میں پانی بہانا فرض ہے وہاں کا کوئی حصّہ رہ نہ جائے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مسح کریں۔ [4] یہ احتیاط لازم ہے کہ کوئی حصہ مسح سے رہ نہ جائے۔ [5] ائمہ احناف کا فتویٰ ہے کہ جب تک پانی دست یاب نہ ہو ایک تیمّم سے جس قدر چاہے فرائض و نوافل ادا کر سکتا ہے (ہدایہ) (فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

اور نماز باجماعت ادا کریں۔ نماز باجماعت کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ ہے۔ اے عزیز! اگر تو ایسا نفع حاصل کرنے میں بھی سستی کرے تو پھر تیرا علم حاصل کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ اس لئے کہ علم سے فائدہ تو تبھی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ مسجد کو جلتے ہوئے تیزی کے ساتھ چلنا نہیں چاہیئے بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ اور یہ دعا پڑھنا چاہیئے اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ الرَّاغِبِیْنَ اِلَیْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْكَ (یا اللہ! تجھ سے سوال کرنے والوں کے طفیل اور تیری طرف رغبت کرنے والوں کے طفیل اور اپنے اس چلنے کے طفیل جو تیری ہی طرف ہے سوال کرتا ہوں کہ میں فخر و تکبر اور لوگوں کو دکھلانے یا سنانے کی غرض سے مسجد کی طرف نہیں جارہا۔ سوائے اس کے کہ تیرے غضب سے بچوں اور تیری خوشنودی حاصل کروں اور کوئی غرض نہیں ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دوزخ کی آگ سے بچا اور میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا دوسرا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

مسجد میں داخل ہوتے وقت۔ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (یا اللہ! سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ اور اصحاب سیدنا محمدؐ پر رحمت بھیج اور سلام۔ یا اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اگر کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہوا دیکھیں تو یہ کہیں۔ "اللہ تجھ کو اس تجارت میں فائدہ نہ دے"۔ اور اگر کسی کو گم شدہ شئے تلاش کرتا ہوا دیکھیں تو یہ کہیں "اللہ تعالیٰ تجھ کو تیری گم شدہ چیز نہ دلائے"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا ہے۔ مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں۔ اور یہ دعا

پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ بعض علماء نے فرمایا۔ یہ چار مرتبہ پڑھا جائے اور بعض فرماتے ہیں بے وضو ہوں تو تین مرتبہ اور باوضو ہوں تو ایک مرتبہ پڑھا جائے۔ اگر (گھر میں) دو رکعت سنت نہیں پڑھیں تو مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ لینا تحیۃ المسجد کے لئے بھی کفایت کرتا ہے دو رکعت پڑھ کر اعتکاف کی نیت کرلیں اور یہ دعا پڑھیں جو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ وَتَرُدُّ بِهَا الْفِتَنَ وَتُصْلِحُ بِهَا دِیْنِیْ وَتَحْفَظُ بِهَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتُبَیِّضُ بِهَا وَجْهِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَقْضِیْ لِیْ بِهَا حَاجَتِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهٖ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا خَالِصًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَاَسْئَلُكَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَهٗ عَلَیَّ وَالرِّضَا بِمَا قَسَمْتَهٗ لِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا صَادِقًا وَّیَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصَّبْرَ عِنْدَ الْقَضَاءِ وَالْفَوْزَ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَمَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَعَیْشَ السُّعَدَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَمُرَافَقَةَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِیْ وَاِنْ ضَعُفَ رَاْیِیْ وَقَصُرَ عَمَلِیْ وَافْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِكَ فَاَسْئَلُكَ یَا قَاضِیَ الْاُمُوْرِ وَیَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِیْرُ بَیْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَ عَنْهُ رَاْیِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِیَّتِیْ وَاُمْنِیَّتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَّعَدْتَّهٗ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ اَوْ خَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْهِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ

اِلَيْكَ فِيْهِ وَاَسْئَلُكَ اِيَّاهُ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا
هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ حَرْبًا لِاَعْدَائِكَ
سِلْمًا لِاَوْلِيَآءِكَ نُحِبُّ بِحُبِّكَ النَّاسَ وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ
مَنْ خَالَفَكَ مِنْ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَيْكَ
الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ وَاِنَّا لِلّٰهِ وَ
اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
اَللّٰهُمَّ ذَا الْحَبْلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِيْدِ اَسْئَلُكَ الْاَمْنَ
يَوْمَ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ
الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَالْمُوْفِيْنَ لَكَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ
وَاَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ سُبْحَانَ مَنِ التَّصَفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ
بِهٖ سُبْحَانَ مَنْ لَّبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ مَنْ لَا
يَنْبَغِي التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِي الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ
ذِي الْقُدْرَةِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ بِعِلْمِهٖ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ
وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ
وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ
خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَّمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا
مِّنْ تَحْتِيْ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِيْ نُوْرًا اَعْظِمْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ
لِّيْ نُوْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ؁ یا اللہ! میں تجھ سے تیری
رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے تو میرے دل کو ہدایت عطا کرے اور میری پراگندگی
کو اکٹھا کرے اور درست کرے، میری پریشانی کو دور کرے اور اس کے سبب
فتنوں کو رد کر دے۔ اور درست کر اس کے سبب میرے دین کو اور محفوظ رکھ
اس کے سبب میرے غائبین کو اور بلند درجہ کر میرے حاضرین کو اور پاک کر میرے
عمل کو اور سفید کر اس سے میرے منہ کو اور الہام کر مجھے رشد اور اس طفیل سے

میری حاجت پوری کردے، اور بچا مجھے ہر ایک بدی سے۔ یا اللہ! میں مانگتا ہوں
تجھ سے ایمانِ خالص جو پیوست ہو جائے میرے دل میں اور سوال کرتا ہوں تجھ
سے یقینِ صادق کا یہاں تک کہ جان لوں کہ نہ پہنچے گا مجھ پر مگر جو تو لکھ چکا ہے
میرے لئے اور نیز جو تو لکھ چکا ہے میری قسمت میں اس پر راضی رہنے کا سوال
کرتا ہوں۔ یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمانِ صادق اور یقین کا کہ جس
کے بعد کفر نہ ہو اور سوال کرتا ہوں رحمت کا جس سے دنیا اور آخرت میں
شرف کرامت حاصل کروں۔ یا اللہ! میں سوال کرتا ہوں صبر کا قضا کے وقت
اور کامیابی کا تیری ملاقات کے وقت اور شہداء کے منازل کا اور نیکوں کے
عیش کا اور دشمنوں پر مدد کا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہمراہی کا۔
یا اللہ! میں اپنی حاجت تیرے پاس لاتا ہوں اگرچہ میری رائے کمزور اور عمل کوتاہ
ہے۔ اور میں محتاج ہوں تیری رحمت کا اے حاجات کے پورا کرنے والے دلوں
کو شفا دینے والے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جیسا کہ تو پناہ دیتا ہے دریاؤں
کے درمیان یہ کہ پناہ دیوے تو مجھے عذاب دوزخ سے اور قبر کے فتنے اور دعا
ہلاک کرنے والی سے۔ یا اللہ! جس سے کہ میری رائے ضعیف اور عمل کوتاہ ہے
اور نہیں پہنچی اُس تک میری نیت اور اُمید یعنی بھلائی جس کا تو نے اپنے بندوں
میں سے کسی سے وعدہ کیا ہو یا وہ بھلائی کہ تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو دینے
والا ہے۔ بے شک میں اس کے لئے تیری طرف رغبت کرتا ہوں اور اس کا تجھ
سے سوال کرتا ہوں۔ اے تمام جہان کے پرورش کرنے والے! یا اللہ! تو مجھے
ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے مجھے گمراہ کرنے والا گمراہ ہونے والا نہ بنا
مجھ کو تیرے دشمنوں سے لڑنے والا اور تیرے دوستوں سے دوستی کرنے والا بنا
تیری محبت کے سبب ہم لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور تیری عداوت کے سبب
مخلوق میں سے جو تیرا مخالف ہو ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ یا اللہ! یہ دعا ہے
اور تو اسے قبول کر۔ یہ کوشش ہے اور تجھی پر بھروسہ۔ ہم اللہ ہی کے ہیں اور
قبروں سے اٹھ کر اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ گناہوں سے باز رہنے اور

نیکی کرنے کی قوت نہیں بغیر اللہ بزرگ و برتر کی توفیق ملنے کے۔ یا اللہ! مضبوط رسّی اور امرِ رشید کے مالک! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ تو وعید کے دن مجھے امن بخشے اور خلود کے دن تو مجھ کو ان مقرب بندوں کے ساتھ جنت میں داخل کرے جو تیرے حضور حاضری دینے والے، رکوع و سجود کرنے والے اور تیرے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔ بیشک تو رحم فرمانے والا اور محبت فرمانے والا ہے۔ جو تو چاہے کرتا ہے، وہ ذات پاک ہے جو عزّت سے متّصف ہے۔ اور فرمایا ہے اس نے پاک ہے وہ جس نے بزرگی کا لباس پہنا اور اس سے کرامت والا بن گیا پاک ذات ہے وہ کہ وہی اس لائق ہے کہ اس کی تسبیح کی جائے۔ پاک ذات ہے وہ جو فضل اور نعمتوں کا مالک ہے۔ پاک ذات ہے صاحبِ قدرت اور کرم والا۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کرلیا۔ یا اللہ! میرے دل میں نور پیدا کردے، میری قبر میں نور بھر دے۔ میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میری جِلد (کھال) میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میری ہڈیوں میں نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں طرف نور اور میرے بائیں جانب نور اور میرے اوپر کی جانب نور اور میرے نیچے کی جانب نور پیدا کردے۔ یا اللہ! میرے لئے نور میں زیادتی پیدا کر اور مجھے نور عطا فرما بڑا عظیم نور۔ اور اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے! مجھے اپنی رحمت سے نور عطا کردے" (یعنی مجھے مجسّم نور بنا دے) اس دعا سے فارغ ہو کر (اگر جماعت کھڑی ہو جائے تو) ادائیگیٔ فرض نماز میں مصروف ہو جائیں (اور اگر جماعت کھڑی ہونے میں کچھ دیر ہو تو) ذکر و تسبیح یا تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جائیں اور جب مؤذن اذان کہنا شروع کرے تو اس مشغولیت کو چھوڑ کر مؤذن کے کلمات کا جواب دینے میں لگ جائیں۔ مؤذن جب کہے اللہ اکبر، اللہ اکبر تو خود بھی یہی کہیں۔ اسی طرح سب کلمات کہتے جائیں مگر جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو کہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اور جب وہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ

النَّوْمِ کہے (یعنی نیند سے نماز بہتر ہے) تو یوں کہیں۔ صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ وَ اَنَا عَلٰی ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۔ (تو نے سچ کہا اور تو نے نیک بات کہی اور میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں)

اور جب مؤذن اقامت کہے۔ تو خود بھی اس کے کلمات کو دہراتے جائیں مگر جب وہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہے تو اس کے جواب میں یوں کہیں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ (اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں) اقامت پوری ہو جانے کے بعد یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِنْدَ حُضُوْرِ صَلٰوتِكَ وَ اَصْوَاتُ دُعَاءِكَ وَاِدْبَارِ لَيْلِكَ وَاِقْبَالِ نَهَارِكَ اَنْ تُؤْتِیَ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ (وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضور نماز کے وقت اور تیری جانب بلانے والوں کی آوازوں اور رات کے جانے اور دن کے آنے کے وقت یہ کہ تو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور آپ کو مقام محمود میں مبعوث کر جس کا وعدہ تو نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے (اور قیامت کے دن ہم کو اُن کی شفاعت نصیب فرما) اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے اگر اذان اُس وقت سنائی دے کہ تو نماز میں ہو تو نماز سے فارغ ہو کر مؤذن کے کلمات کا اسی طرح جواب دے دینا چاہیئے جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو اس کی اقتدار کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ فرض نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَعُوْدُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَهْلُ النِّعَمِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّآ إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ. (یا اللہ! رحمت بھیج ہمارے سردار محمد اور آل سیدنا محمد پر اور سلام بھیج یا اللہ تو سلام ہے اور تجھی سے سلام ہے اور سلام تیری طرف عود کرتا ہے۔ اے ہمارے رب تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہمیں اپنے گھر دارالسلام (سلامتی کے گھر) میں داخل فرما۔ تو بابرکت ہے۔ اے صاحب جلال واکرام۔ میرا پروردگار بلند درجہ والا پاک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے مُلک اور حمد ہے۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے نہیں مرے گا اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو نعمتوں اور فضل اور ثناءِ حسن والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں اخلاص کے ساتھ۔ دین اسی کا ہے۔ خواہ یہ امر کافروں کو بُرا لگے) اس کے بعد یہ کلمات جامعہ دعا میں پڑھے جو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَاٰجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَاٰجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا يُقَرِّبُ مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَّنِيَّةٍ وَّاعْتِقَادٍ وَأَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَمَا قَضَيْتَ لِيْ مِنْ أَمْرٍ فَاجْعَلْ عَاقِبَتَهُ رُشْدًا۔

(یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سب طرح کی بھلائی کا جو موجودہ اور آئندہ ہو۔ اس میں سے جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے ہر طرح کی بُرائی سے جو موجودہ اور آئندہ ہو۔ اس میں سے جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔

اور میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں
اور اُس امر کا جو اس کے قریب کر دے یعنی قول۔ عمل۔ نیت۔ اعتقاد۔ اور میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس بھلائی کا تجھ سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال کیا۔ اور میں اس بدی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیری پناہ مانگی۔ یا اللہ! میرے حق میں جو بات تو نے بطور فیصلہ مقرر کر دی ہے اس کا انجام بہتر کر)

پھر یہ دعا مانگیں جس کی وصیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمائی تھی۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَسْتَجِیْرُ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ بِمَا اَصْلَحْتَ بِہِ الصَّالِحِیْنَ۔ (اے زندہ، اے قائم، اے صاحب جلال واکرام! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری رحمت کے طفیل فریاد رسی کی درخواست کرتا ہوں اور تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں مجھکو لحظہ بھر میرے نفس کے سپرد نہ کر میرے حال کو درست کر دے جس سے تو نے صالحین کے حال درست کئے ہیں)

پھر یہ دعا مانگیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَا اَکْرَہُ وَلَا اَمْلِكُ نَفْعَ مَا اَرْجُوْا وَ اَصْبَحَ الْاَمْرُ بِیَدِكَ لَا بِیَدِ غَیْرِكَ وَاَصْبَحْتُ مُرْتَھِنًا بِعَمَلِیْ فَلَا فَقِیْرَ اَفْقَرُ مِنِّیْ اِلَیْكَ وَلَا غَنِیَّ اَغْنٰی مِنْكَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تَسُوْءْ بِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ بِذَنْبِیْ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ۔ (یا اللہ! بے شک میں نے اس حال میں صبح کی کہ مجھ میں ناپسندیدہ امور کے دفعیہ کی طاقت نہیں اور جس نفع کی امید کرتا ہوں اس کے حصول کی طاقت میں نہیں رکھتا۔ ہر امر تیرے دست قدرت میں ہے تیرے سوا کسی اور کے ہاتھ میں نہیں۔ اور میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ اپنے عمل میں

گروی شدہ ہوں پس کوئی محتاج مجھ سے زیادہ تیرا محتاج نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا غنی (بے نیاز) ہے جو تجھ سے بڑھ کر غنی ہو[1]۔ یا اللہ! مجھ پر میرے دشمن کو خوش نہ کر[2] اور میری وجہ سے میرے دوست کو رنج نہ پہنچا۔ اور میرے دین میں مجھ پر مصیبت نہ ڈال[3] اور دنیا کو میرا بہت بڑا مقصود نہ بنا[4] اور نہ مبلغ علم کو میرا مقصود بنا[5] اور میرے گناہوں کی پاداش میں مجھ پر ایسا شخص مسلّط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے" اس کے بعد وہ دعائیں پڑھیں جو مشہور ہیں۔ نیز جو دعائیں ہم نے کتابؐ احیاء العلوم" کے کتاب الدعوات میں بیان کی ہیں ان میں سے جو یاد کر سکیں پڑھا کریں۔

نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک کا وقت چار وظیفوں پر منقسم ہونا چاہیئے۔ ایک وظیفہ دعاؤں میں، دوسرا اذکار و تسبیحات میں، تیسرا تلاوت قرآن میں اور چوتھا تفکر میں۔ اس امر میں غور و فکر کرنا چاہیئے کہ مجھ سے کس قدر گناہ اور خطائیں سرزد ہوئیں، عبادت الٰہی میں کیا کوتاہیاں ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و غصۂ عظیم اور اس کے دردناک عذاب کے متعلق دھیان کریں[6] اور اس کے تدارک کے لئے پورے دن کے اوقات کار کو مرتب کریں۔ کہ فلاں وقت کسب حلال میں فلاں وقت اوراد و اذکار میں، فلاں وقت نوافل میں اور فلاں فلاں وقت فرض کی ادائیگی میں صرف کروں گا۔ اور تمام وقت مسلمانوں کی بھلائی اور ان کے ساتھ حسن اخلاق اور نیک سلوک کی فکر میں رہوں گا۔ اپنے دل میں تہیّہ کرلیں کہ تمام

حاشیہ [1] یعنی سب سے زیادہ تو ہی مجھ سے بے نیاز ہے۔

[2] یعنی مجھ پر کوئی ایسی مصیبت نازل نہ کر کہ میرے حال کو دیکھ کر دشمن کو خوشی ہو۔

[3] اور مجھے ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جس سے میرے دین میں کوئی خلل واقع ہو۔

[4] تیری رضا کا حصول ہی میرا مقصود رہے۔

[5] کہ محض مبلغ علم، فخر و غرور کا باعث ہے۔

[6] اور تلافیٔ مافات کی فکر و کوشش کریں۔

دن عبادت الٰہی میں معروف رہوں گا۔ ہر دم موت کو پیشِ نظر رکھوں گا اور آخرت کی تیاری میں رہوں گا۔

تسبیحات واذکار کے دس کلمے ہونے چاہئیں۔

(۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے، اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندگی بخشتا ہے وہی مارتا ہے۔ اور وہ (ہمیشہ ہمیشہ سے) زندہ ہے (کبھی) نہیں مرے گا۔ بھلائی اسی کے ہاتھ (قبضۂ قدرت) میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۲) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حق اور مبین ہے۔

(۳) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، واحد ہے قہار ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے۔ اور وہی (ہر شے پر) غالب اور بخشنے والا ہے۔

(۴) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اللہ پاک ہے اور حمد اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور اللہ (سب سے) بڑا ہے اور برائی سے باز رہنے اور نیکی کرنے کی قوت نہیں سوائے اللہ کی مدد اور اس کی توفیق بخشنے کے جو بلند اور عظمت والا ہے۔

(۵) سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ۔ سبوح (بہت پاک) ہے قدوس (بہت مبارک) ہے ملائکہ کا اور روح کا پروردگار۔

(۶) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد میں مشغول ہوں اللہ پاک ہے عظمت والا۔

(۷) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَ وَالْمَغْفِرَۃَ۔ میں اللہ عظمت والے سے بخشش چاہتا ہوں وہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حیّ و قیوم ہے اور میں اس سے توبہ و مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔

(۸) اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ یا اللہ! جو کچھ تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جو کچھ تو روک دے تو اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے کئے ہوئے فیصلے کو کوئی رَدّ کرنے والا نہیں، کسی مالدار کو اس کا مال یا کسی حسب نسب والے کو اس کا حسب نسب تیری گرفت سے نہیں چھڑائے گا۔

(۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ۔ یا اللہ! رحمت نازل کر ہمارے آقا محمدؐ پر اور ہمارے آقا محمدؐ کی آل اور اس کے اصحاب پر اور سلام بھیج۔

(۱۰) بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اُس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان میں کوئی شے ضرر نہیں پہنچاتی اور وہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔"

ان کلمات کو دو یا تین مرتبہ پڑھیں۔ یا سَو مرتبہ یا ستّر مرتبہ یا کم از کم دس مرتبہ پڑھیں تاکہ مجموعہ سَو ہو جائیں۔ ان کلمات کو روزانہ پابندی سے پڑھا کریں اور طلوعِ آفتاب تک کسی سے کوئی کلام نہ کریں۔ حدیث میں وارد ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے کسی سے بات چیت کئے بغیر ان کلمات کا پڑھنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آٹھ غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل کام ہے۔

طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک کے آداب

جب سورج (طلوع ہوکر) بقدر ایک نیزہ بلند ہوجائے تو دو رکعت نماز (نفل) پڑھیں۔ اس لئے کہ فرض نماز فجر سے سورج کے ایک نیزہ بلند ہوجانے تک کوئی بھی نماز پڑھنا ممنوع ہے کہ یہ کراہت کا وقت ہے اس لئے مکروہ وقت گذر جانے کے بعد یہ نوافل (نماز اشراق) پڑھے جاتے ہیں۔ اور جب چاشت کا وقت ہوجائے اور قریب چوتھائی کے گذر جائے تو نماز ضحیٰ چار یا چھ یا آٹھ رکعتیں (نوافل) دُو دُو رکعت کر کے پڑھیں۔ بلا شبہ یہ سب اعداد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے منقول ہیں۔ طلوع آفتاب اور زوال کے درمیان میں ان کے سوا اور کوئی نفلی نماز مسنون نہیں۔ اب نماز ظہر تک جو وقت بچ گیا تو اس کی چار حالتیں ہیں۔ پہلی حالت۔ افضل یہ ہے کہ (اس وقت کو) طلب علم میں صرف کرے مگر وہ علم جو مفید ہے۔ علم نافع وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو۔ اپنے نفس کے عیوب دیکھنے کی بصیرت حاصل ہو۔ عبادت الٰہی میں ذوق وشوق پیدا ہو۔ معرفت میں ترقی ہو۔ دنیا کی رغبت کم ہو۔ آخرت کی رغبت بڑھے۔ مکافات اعمال کی پہچان ہو تاکہ طالب علم بد اعمالیوں سے بچ سکے۔ شیطان لعین کے مکر وفریب پر آگاہی ہو۔ اور پتہ چل جائے کہ بڑے بڑے علماء وفضلاء کو کس طرح بہکا کر غضب الٰہی میں گرفتار کر چکا ہے۔ کہ ان بھکے ہوئے علماء نے دنیا کی متاع کے عوض خرید لیا۔ علم کو سلاطین و حکام سے مال و دولت بٹورنے اور وقف مال اور یتیموں مسکینوں کے مال ومتاع کھا لینے کا ذریعہ بنا لیا۔ کہ ایسے علماء سوء ہمہ وقت طلب جاہ ومناصب اور لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر ومنزلت بٹھانے کی خاطر اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور ابلیس لعین ان کو علم پر فخر وغرور میں مبتلا کئے رکھتا ہے اور مناقشات میں پھنسائے رکھتا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب " احیاء العلوم" میں علم نافع کا بیان شرح وبسط سے کر دیا ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اس کا اہل ہے تو، علم نافع کو حاصل کر۔

اس پر خود عمل کر اور پھر لوگوں کو علم نافع کی طرف دعوت دے۔ ان کو تعلیم دے جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا پھر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی تو بہ شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے ملکوتِ آسمان وزمین میں بڑا کرکے پکارا جائے گا۔" علم کی مشغولیت اور اپنے نفس کی اصلاح ظاہری و باطنی سے فارغ ہوجانے کے بعد اگر کچھ مزید وقت بچے تو علم فقہ میں مشغول ہو۔ اس سے تجھے عبادت کی فرعاتِ نادرہ کا علم حاصل ہوگا۔ اور مخلوق کے جھگڑوں کے درمیان جبکہ وہ ان ہی میں اُلجھے ہوئے ہوں گے تجھ کو میانہ روی کا طریقہ معلوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مشغولیات تمام فرائض کفایات سے فارغ ہوجانے کے بعد کی ہیں۔ اگر تیرا نفس ہمارے ان بیان کردہ وظائف و اوراد کو چھوڑ دینے کی ترغیب دے تو سمجھ لے کہ شیطان مردود نے تیرے دل میں پوشیدہ طور پر دنیا کے مال وجاہ کی محبت ڈال دی ہے لہٰذا تجھے اس کے فریب سے بچنا چاہیئے ورنہ تو شیطان کے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا اور بالآخر وہ تجھے ہلاک کرکے چھوڑے گا اور پھر تیری حالتِ تباہ پر تمسخر بھی کرے گا۔ پس تجھے لازم ہے کہ کاہلی سے کام نہ لے اور وظائف و اوراد پر مواظبت اختیار کرے۔

لیکن۔ اگر علمِ نافع (علمِ دین) کے حصول میں تیری رغبت بڑھے اور اس سے مقصود صرف رضائے الٰہی کا حصول اور آخرت سنوارنے کی نیت ہو تو یہ نفلی عبادات سے بہتر ہے۔ بشرطیکہ نیت صحیح ہو۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ تو اپنی نیت درست رکھے۔ اگر نیت درست نہ ہو تو یہ علم نافع سرمایۂ غرور و گمراہی بن جائے گا۔ **دوسری حالت** یہ ہے کہ کسی وجہ سے تو علمِ نافع حاصل نہ کرسکے لیکن عبادات و وظائف یعنی تلاوت قرآن و ذکر خدا میں مشغول رہے تو یہ عابدوں اور صالحین کا درجہ ہے اس سے بھی تو کامیاب ہوجائے گا۔

تیسری حالت۔ یہ ہے کہ تو مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں مشغول ہو۔ تیرے حسنِ سلوک سے مومنوں کے دل مسرور ہوں اور نیکوں کو نیک کام کرنے میں آسانی ہو جیسے فقہاء (علماء) اور صوفیاء اور اہلِ دین کی خدمت (و امداد کرنا)

اور ان کی ضروریات کی تکمیل میں کوشش کرتے رہنا۔ فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا مریضوں کی عیادت کرنا اور جنازوں میں شامل ہونا یہ سب کام نفلی عبادات سے بھی افضل ہیں۔ **چوتھی حالت** ۔ یہ ہے کہ اگر تو مذکورہ بالا کام نہ کر سکے تو اپنے کاروبار میں لگ جا اور اپنے اہل و عیال کے لئے کسبِ معاش کر، مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے[1] مسلمان تیرے شر سے بچے رہیں۔ اور چوں کہ تو گناہوں کا مرتکب نہیں اس لئے تیرا دین سلامت رہ گیا۔ اور اسی سبب سے تُو "اصحاب یمین" کا درجہ حاصل کر لے گا۔ اگرچہ تو "سابقین" کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاہم تُو اپنے دین کے ادنیٰ مقام پر ہے[2] اس کے بعد چراگاہِ شیاطین ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے دین کو تباہ کرنے[3]۔ یا خدا کے بندوں میں سے کسی کو ستانے میں[4] لگ جائے کہ یہ مرتبہ ہلاک ہونے والوں کا ہے۔ تجھے اس طبقہ سے بچنا چاہیئے۔ تاکہ تُو ہلاکت سے بچ سکے۔

بندہ اپنے دین کے اعتبار سے تین درجہ پر ہے۔

نمبر۱۔ سالم۔ کہ ادائے فرائض اور ترکِ معاصی پر اکتفا کرنے والا ہو۔ **نمبر۲۔** نفع حاصل کرنے والا[5] کہ قربات اور نوافل کے ساتھ تطوّع کرے **نمبر۳۔** نقصان

حاشیہ[1] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں یعنی ایذاء و تکلیف سے بچے رہیں۔

[2] ۔ یہ حالت ادنیٰ درجے کے مسلمان کی ہے۔

[3] نفس امّارہ کا تابع ہو کر مخالفِ دین حرکات کا مرتکب اور ناجائز خواہشات و مفادات کی تکمیل کی خاطر حلال و حرام کی تمیز نہ کرے۔

[4] پریشان کرنے، ظلم ڈھانے، یا کسی کے حقوق غصب کرنے۔

[5] ۔ بلند درجات تک پہنچنے والا۔

اٹھانے والا۔ کہ ضروریات سے کوتاہی کرنے والا ہو[۱]۔ پس اگر تو[۲] نفع حاصل کرنے والا (بلند درجات تک پہنچنے والا) اور نفع پہنچانے والا نہ بن سکے تو تجھ کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ "سالم" بنے۔ خود کو "خاسر" نقصان اٹھانے والا بننے سے بچا۔

ہر شخص حقوق العباد میں تین درجہ پر ہے

نمبر۱۔ یہ کہ دوسرے لوگوں کے حق میں بمنزلہ نیکو کار فرشتوں کے ہو۔ اس طرح کہ وہ بطور ہمدردی و شفقت ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں کوشش کرتا ہے (مظلوموں کی دادرسی، بے کسوں کی دستگیری کرکے) اُن کے (غمگین و زخم خوردہ) دلوں کو فرحت و راحت پہنچائے۔

نمبر۲۔ لوگوں کے حق میں بمنزلہ چوپاؤں اور جمادات کے ہو۔ کہ اس سے دوسروں کو کچھ بھلائی نہ پہنچ سکے تو (اُن کو ستائے بھی نہیں، دُکھ بھی نہ پہنچائے) اپنی بدی کو اُن سے روکے رہے۔

نمبر۳۔ یہ کہ لوگوں کے حق میں بمنزلہ سانپوں، بچھوؤں اور خونخوار درندوں کے ہو۔ کہ اُن سے (سوائے بدی اور تکلیف کے) بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی اور لوگ اُن سے اپنے بچاؤ کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

پس اگر تو لوگوں کے حق میں (اپنی کم ہمتی کے باعث) فرشتوں کی مانند نہیں بن سکتا تو (کم از کم) اس سے تو بچ کہ چار پاؤں اور جمادات کے درجے سے گر کر سانپوں، بچھوؤں اور خونخوار درندوں کے مقام پر پہنچ جائے۔ اگر تو اعلیٰ علّیین (مقام بلند) سے گرنا پسند کرتا ہے تو (کم از کم) یہ تو پسند نہ کر کہ تو اسفل السافلین

حاشیہ[۱] فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے غافل، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں سُست اور لاپرواہ ہو ایسا شخص دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہے۔

[۲] اپنی کم ہمتی کی وجہ سے۔ (فقیر ابوالحسان قادری عفی عنہٗ)

(انتہائی نچلے درجے) کے گڑھے میں گر پڑے۔ تاکہ شاید تو برابر سرابر ہو کر (ہی) نجات پا جائے۔ اس لئے تجھے یہی لازم ہے کہ تو دن میں معاش اور معاد (دنیوی زندگی اور حیات اُخروی) کی بہتری کی جدوجہد کے سوا کسی بھی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو۔ یا صرف انہی امور یا اشخاص سے واسطہ رکھے جن سے معاش و معاد کے معاملات میں ضروری مدد درکار ہو۔ لیکن اگر تجھے یہ خطرہ محسوس ہو کہ لوگوں سے میل جول رکھتے ہوئے تو اپنے (دین کی نگہداشت کما حقّہٗ نہیں کر سکے گا) دین کے حقوق ادا نہ کر سکے گا۔ تو پھر تیرے لئے گوشہ نشینی بہتر ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کر لے کہ اسی میں تیری سلامتی اور نجات ہے۔ اور اگر گوشہ نشینی کے دوران (تنہائی کی وجہ سے) تیرے دل میں ایسے وساوس پیدا ہونے لگیں جو عند اللہ ناپسندیدہ (اور معیوب) ہیں۔ اور عبادات و اوراد و وظائف سے بھی یہ بُرے وسوسے زائل نہ ہو سکیں تو تجھے سو رہنا بہتر ہے (تاکہ نیند کی حالت میں دل و دماغ کو سکون مل جائے اور وساوس منقطع ہو جائیں) یہ ہمارے تمہارے حالات کے لئے بہت مناسب ہے۔ اس لئے کہ جب ہم مال غنیمت حاصل کرنے میں ناکام ہو جائیں تو شکست کھا کر سلامت رہ جانے کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں تاہم اپنی حیات کو معطل کر کے دین کو سلامت رکھ لینا نہایت گھٹیا حالت ہے۔ کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ اور وہ زندگی کو بیکار کرنا اور خود کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا ہے [1]

حاشیہ [1] عمدہ حالت اور مردانگی یہ ہے کہ آدمی سو رہنے کی بجائے ذکر و فکر میں خود کو اس طرح محو کر دے کہ انوارِ الٰہی رگ و پے میں سرایت کر جائیں۔ اور قلب و دماغ میں ماسوی اللہ کا احساس تک باقی نہ رہ جائے۔ جب اس کیفیت تک پہنچ جائے گا تو شیطانی وساوس کے باقی رہ جانے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا واضح رہے کہ وساوس شیطانی کے دفعیہ کے لئے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ کا ورد بھی مجرب علاج ہے۔
نیز تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ تبخیر معدہ کی وجہ سے بھی خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور عبادات و اوراد و وظائف میں دل نہیں لگتا۔ لہٰذا اصلاح معدہ کی تدبیر کرنا ضروری ہے۔ ہلکی پھلکی غذا کم مقدار میں کھائی جائے۔ ازالۂ قبض کے لئے ہلکا سا جلاب لے لیا جائے تاکہ ریاح خارج ہو جائیں اور انتڑیاں صاف ہو جائیں (فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

باقی نمازوں کے لئے تیار ہونے کے آداب

اے عزیز! تجھے مناسب یہ ہے کہ زوال سے پہلے ظہر کی نماز کے لئے تیاری کرے۔ اگر تو شب میں تہجد کے لئے اٹھتا ہے یا کسی نیک کام[1] میں رات کو جاگنے کی حاجت ہوا کرتی ہو تو (نماز ظہر سے) پہلے قیلولہ کر[2] کیونکہ اس سے رات کے قیام پر بہت مدد ملتی ہے جیسا کہ سحری کھانے سے روزہ رکھنے میں مدد و آسانی حاصل ہوتی ہے۔ اور جو شخص دوپہر کے وقت قیلولہ کرتا ہے مگر رات کو نماز تہجد یا کسی دینی کام کے لئے بیدار نہیں رہتا تو اس کی مثال یہ ہے کہ سحری تو کھالی جائے مگر روزہ نہ رکھا جائے اور یہ کوشش کر کہ زوال آفتاب سے پہلے بیدار ہو جائے۔ پھر وضو کر کے مسجد میں حاضر ہو۔ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ۔ اور مؤذن کا انتظار کر۔ جب اذان شروع کرے تو کلماتِ اذان کا جواب دیتا جا۔ اذان کہہ چکے تو[3] چار رکعت نماز (سنّت) پڑھ۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم یہ چار رکعتیں بہت طویل کر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں، اور میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ اس (وقت) میں میرے نیک اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جائیں۔" یہ چار رکعت نماز ظہر سے پہلے سنّتِ مؤکدہ ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ "جو شخص ان کو اچھی طرح (اطمینان و سکون کے ساتھ) رکوع و سجود کر کے پڑھے تو اس کے ساتھ ستّر ہزار ملائکہ پڑھتے اور اس کے لئے رات تک دعائے استغفار کرتے ہیں۔" پھر امام کی اقتدار میں فرض ادا کر[4] پھر دو رکعت نماز پڑھ یہ دو رکعت بھی سنّتِ مؤکدہ ہیں[5] اور نماز عصر تک علم سیکھنے (یا سکھانے) یا مسلمانوں

حاشیہ [1] درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و نصیحت وغیرہ دینی امور کے سلسلے۔

[2] دوپہر کے وقت سونے کو قیلولہ کہتے ہیں اور یہ سنّت ہے۔

[3] دعائے مسنونہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدعوۃ التامۃ تا آخر پڑھ کر اور درود شریف پڑھ کر۔

[4] اور دعائے مسنونہ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْتَ السَّلَامُ تا آخر پڑھ کر۔

[5] پھر دو رکعت نفل پڑھ اور دعا مانگ کر فارغ ہو جا۔

کی اعانت یا تلاوتِ قرآن مجید یا معاش (کاروبار) کی سعی میں جس سے دین میں مدد ملے مشغول رہ ان کاموں کے سوا کسی (لغو و بیہودہ، خلاف شرع) کام میں مشغول نہ ہو۔ پھر نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت نماز سنّت پڑھ۔ (یہ سنّت غیر مؤکدہ ہے) رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ "اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم فرمائے جس نے نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت نماز ادا کی"۔ تجھے کوشش کرنی چاہیئے کہ تو نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی دعا سے بہرہ وَر ہو جائے۔ نمازِ عصر ادا کر چکنے کے بعد مذکورہ بالا نیک کاموں میں مشغول ہو۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ تیرے (قیمتی) اوقات بے کار جائیں۔ تجھے ہر وقت کسی نہ کسی نیک کام میں مصروف رہنا چاہیئے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دن رات کے وظائف و اوراد مرتب کر کے ہر وقت کے لئے ایک شغل معیّن کر دے اور پھر اس پر کاربند رہ۔ جس وقت کے لئے جو شغل متعین کیا گیا ہو اس کے سوا اُس وقت میں دوسرا کوئی کام نہ کر۔ اگر تو اس ضابطہ پر کاربند رہے گا تو تیرے اوقات میں برکت ظاہر ہوگی[1] لیکن اگر تو خود کو چوپاؤں کی طرح مہمل (بے لگام و بے مُہار) چھوڑ دے گا تو تیرے اکثر اوقات بے کار جائیں گے۔ اور اسی حال میں تیری عمر ضائع جائے گی حالانکہ تیری (یہی) عمر تیرا رأس المال (سرمایہ) ہے۔ اسی پر تیری تجارت (کا دار و مدار) اور اسی کے بل بوتے پر تجھے قربِ الٰہی میں ہمیشہ کی نعمتوں کے گھر (جنّت) میں پہنچنا ہے۔

اے عزیز! تیری ہر ایک سانس ایک گوہرِ بے بہا ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی بدل ہی نہیں۔ جو سانس گزر جائے اس کا اعادہ ممکن نہیں بس تو بیوقوفوں متکبّروں جیسا نہ بن جن کی عمر گھٹتی جاتی ہے لیکن وہ اپنے مال کی بڑھوتری پر خوش ہوتے رہتے ہیں۔ بھلا (سوچ تو سہی کہ) مال کے زیادہ ہونے اور عمر کے کم ہونے میں کونسی بھلائی ہے؟ (ہوش مند انسان کو تو) صرف علم کی زیادتی یا نیک اعمال

حاشیہ[1] اور اس کے ثمرات سے بہرہ وَر ہوگا۔ (فقیر ابوالحسّان قادری عفرلہٗ)

(کی کثرت) پر خوش ہونا چاہئے کہ یہ دونوں (علمِ دین اور اعمالِ صالحہ) تیرے رفیق ہیں. جب کہ تو مال و متاع وارثوں کے لئے چھوڑ جائے گا. تو یہی دونوں قبر میں تیرے ساتھ جائیں گے۔

پھر جب آفتاب زرد (قریب الغروب) ہو جائے تو مغرب سے پہلے مسجد میں واپس جانے کی کوشش کر اور (مسجد میں داخل ہو کر) تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جا کیونکہ اس وقت کی فضیلت ویسی ہی ہے جیسی کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کیا کر"

اے عزیز! غروبِ آفتاب سے پہلے یہ سورتیں پڑھا کر- وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا. وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى. اور معوذتین اور غروب اس حالت میں ہو کہ تو استغفار میں مشغول ہو. جب اذان ہو تو اس کا جواب دے اور پھر یہ دعا پڑھ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ عِنْدَ اِقْبَالِ لَيْلِكَ وَاِدْبَارِ نَهَارِكَ وَ حُضُوْرِ صَلٰوتِكَ وَاَصْوَاتِ دُعَاتِكَ اَنْ تُؤْتِیَ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

یا اللہ! میں تیرے حکم سے رات کے آنے اور دن کے لوٹنے اور تیری نماز کی حاضری اور تیری طرف پکارنے والوں کی آوازوں کے وقت تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہمارے آقا محمد کو وسیلہ، فضیلت، شرف اور درجۂ رفیع عطا کر اور ان کو مقامِ محمود میں مبعوث فرما جس کا وعدہ تو نے ان سے کیا ہے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا"

مؤذن جب اقامت کہے تو اس کا جواب دے اور (با جماعت) نماز فرض ادا کر پھر کوئی بات کئے بغیر دو رکعت نماز سنّت مؤکدہ پڑھ اور اگر تو اس کے بعد چار

حاشیہ[۱] وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترجمہ: اور قیامت کے دن ہم کو ان کی شفاعت نصیب فرما۔

رکعت مزید پڑھے تو یہ بھی مسنون ہیں ان کو اوّابین کہتے ہیں۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو عشاء تک اعتکاف میں رہ کر (ذکر و تلاوت کر) یا نوافل پڑھ۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے۔ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں) کے متعلق پوچھا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا "وہ مغرب و عشا کے درمیان نماز (نوافل) پڑھنا ہے۔ یہ شروع دن اور آخر دن کی بیہودہ باتوں کو مٹا دیتی ہے۔"

اور جب عشا کا وقت ہو جائے تو فرضوں سے پہلے چار رکعت پڑھ اس وقت کے زندہ کرنے کے لئے جو اذان و اقامت کے درمیان ہے۔ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔" پھر فرض نماز ادا کر اس کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ اور ان میں سورہ الٓمّٓ سجدہ۔ سورۂ ملک یٰسٓ۔ دخان پڑھ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں پھر اس کے بعد چار رکعت پڑھ۔ روایات احادیث میں ان کی فضیلت وارد ہے۔ ان کے بعد تین وتر پڑھ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ اخلاص اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ لیکن اگر تیرا ارادہ تہجد کے لئے اٹھنے کا ہو تو نماز تہجد کے بعد وتر پڑھ تاکہ رات کی نماز میں سے آخری نماز وتر ہو۔ اس کے بعد تذکرۂ علم یا دینی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہو۔ لہو و لعب میں مشغول نہ ہو۔ یہ خاتمہ ہوگا تیرے اعمال کا تیرے سونے سے پہلے۔ اور اعمال کا اعتبار خاتمہ ہی پر ہے۔

سونے کے آداب

اے عزیز! جب تو سونے کا ارادہ کرے تو اپنا بستر قبلہ کے رُخ بچھا اور داہنے کروٹ پر سو جیسا کہ میّت کو لحد میں لٹاتے ہیں۔ (یعنی۔ بستر اس رُخ پر بچھایا جائے کہ جب داہنے کروٹ پر لیٹیں تو منہ قبلہ کی جانب ہو) واضح رہے کہ نیند موت کی مانند ہے اور بیدار ہو کر اٹھنا ایسا ہے جیسا کہ قیامت کو اٹھیں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اسی رات

تیری جان قبض کرلے۔ تجھے اس کی ملاقات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ یعنی وضو کرکے اس طرح سو کہ وصیت لکھی لکھائی تیرے سرہانے دھری ہو۔ اور گناہوں سے توبہ کرکے استغفار مانگ کر یہ قصد کرکے سو کہ پھر گناہوں کا ارادہ نہیں کروں گا۔ اور یہ ارادہ کرکہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صبح بیدار کردیا تو آئندہ مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اور یاد کر کہ عنقریب تجھے قبر میں اسی طرح تنہا لٹائیں گے اور تیرے عمل کے سوا تیرا کوئی ساتھی نہ ہوگا۔ اور تجھے اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔ اور بستر کو خواب آور بنانے کے لئے پُر تکلف نہ بنا اس لئے کہ نیند کی زیادتی عمر عزیز کو ضائع کرنے کے مترادف ہے[1] اور اگر بیداری (کسی وجہ سے) تجھ پر وبال ہو تو تجھے سونا اپنے دین کو سلامت رکھنا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ رات اور دن کے چوبیس[2] گھنٹے ہوتے ہیں، تجھے رات اور دن میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سونا چاہیئے۔ سو اگر تیری زندگی مثلاً ساٹھ برس کی ہو تو تجھے کافی ہے کہ اس میں سے بیس[3] برس ضایع کرے۔ اور یہ تیری تہائی عمر ہے۔ اور سونے کے وقت مسواک اور پانی تیار رکھ اور رات کو (تہجد) کے لئے اٹھنے یا صبح کو (نماز فجر) کے لئے اٹھنے کا ارادہ کر۔ (یاد رکھ کہ) آدھی رات کی دو رکعتیں نیکی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔ اے عزیز! محتاجی کے دن (روزِ قیامت) کے لئے بہت سے خزانے تیار کرلے۔ جب تو مرے گا تو دنیا کے خزانے تیرے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور سونے کے وقت یہ دعا پڑھ۔ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ فَاغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيَا وَاَمُوْتُ اَعُوْذُبِكَ

حاشیہ [1] البتہ اس نیت سے بقدر ضرورت سولیا کہ تازہ دم ہو کر اٹھوں گا تو اچھی طرح اطمینان کے ساتھ عبادت ذکر و تسبیح کرسکوں گا اور بسہولت کسب حلال کروں گا تو تیرا یہ سونا بھی عبادت شمار ہوگا۔ کہ اپنی جان کو بقدر کفایت آرام پہنچانا بھی بحکم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب ہے۔ کہ فرمایا۔ "وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ" اور تیرے نفس یعنی جان اور جسم کا بھی تجھ پر حق ہے" کہ تو اسے آرام پہنچائے اور اس کی حفاظت کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل احکام الٰہی کی ہی تعمیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ مِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَّمِنْ شَرِّ
کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ
بَعْدَکَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْبَاطِنُ
فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَتَوَفَّاھَا
لَکَ مَحْیَاھَا وَمَمَاتُھَا اِنْ اَمَتَّھَا فَاغْفِرْ لَھَا وَاِنْ اَحْیَیْتَھَا
فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ
اِلَیْکَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَیْکَ حَتّٰی تُقَرِّبَنِیْ اِلَیْکَ
زُلْفٰی وَتُبْعِدَنِیْ عَنْ سَخَطِکَ بُعْدًا اَسْئَلُکَ فَتُعْطِیْنِیْ وَ
اَسْتَغْفِرُکَ فَتَغْفِرُ لِیْ وَاَدْعُوْکَ فَتَسْتَجِیْبُ لِیْ۔ (یا اللہ! تیرے نام
سے میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے نام سے اسے اٹھاؤں گا تو میرے گناہ بخش دے
یا اللہ! مجھے اس دن عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو (مرنے کے بعد) اٹھائے گا
یا اللہ! میں تیرے نام سے جیتا اور مرتا ہوں، یا اللہ! میں ہر شر پہنچانے والے کے
شر سے تیری پناہ لیتا ہوں اور ہر چوپائے کے شر سے جس کی پیشانی تیرے قبضۂ قدرت
میں ہے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہی ملتا ہے۔ یا اللہ! تو سب سے اوّل ہے
تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں۔ اور تو آخر ہے (تجھے فنا نہیں) کوئی شے تیرے بعد
نہیں۔ اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر (تجھ سے زیادہ ظاہر) کوئی شے نہیں، اور تو باطن ہے
تیرے سوا کوئی شے نہیں۔ یا اللہ! تو نے میرے جسم و جان کو پیدا کیا اور تو ہی اسے وفات
دینے والا ہے، اس کی زندگی اور موت تیرے ہی لئے ہے۔ اگر تو اسے مارے تو اسے
بخش دے اور اگر تو اسے زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر جیسا کہ اپنے نیک بندوں
کی حفاظت کرتا ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، یا اللہ!
جو گھڑیاں تجھے محبوب ہیں ان میں سب سے زیادہ محبوب گھڑی میں مجھ کو جگا اور جو
اعمال تجھے محبوب ہیں ان میں سب سے زیادہ محبوب عمل میں مجھ کو لگا۔ یہاں تک کہ تو

مجھے مرتبہ میں اپنے قریب کر دے (اپنے قُرب میں زیادہ نزدیک کر دے) اور اپنے غصّہ (ناراضگی) سے مجھے بہت زیادہ دُور کر دے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں تو مجھے عطا کر، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں تو مجھے بخش دے اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں تو میری دعا قبول فرمالے) اس کے بعد آیۃ الکرسی۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا آخر سورہ۔ اخلاص۔ معوذتین۔ سورۂ مُلک پڑھ۔ اور تجھے اس حالت میں نیند آئے تو یادِ خدا میں مشغول اور باوضو ہو۔ جو یہ عمل کر کے سوتے اس کی روح عرشِ عظیم کی طرف عروج کر جاتی ہے اور بیدار ہونے تک نماز میں مصروف لکھا جاتا ہے۔

اور جب تو بیدار ہو تو اسی ضابطہ پر عمل کر جو مذکور ہو چکا ہے۔ اپنی عمر جو باقی ہے اسی ترتیب سے پوری کر۔ اگر تجھے اس ضابطے سے تیرا نفس تنگی محسوس کرے تو تو بھی اس پر کاربند رہ۔ اس پر صبر کر جیسا کہ بیمار شفاء کی امید میں کڑوی دوا پر صبر کرتا ہے اپنی تھوڑی سی عمر کو غنیمت جان۔ خواہ تیری عمر سو برس کی بھی ہو جائے تو بھی آخرت کی دوامی زندگی کے مقابلے میں اقل قلیل بلکہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ دنیوی زندگی ختم ہو جانے والی ہے۔ اور آخرت کی زندگی اَبدی ہے۔ ختم ہونے والی نہیں۔ تو اس امر پر غور کر کہ تو دنیا کی طلب میں چند ماہ یا چند سال آرام پانے کی خاطر کس قدر مشقّت و ذلت برداشت کرتا ہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے عیش و آرام کی خاطر تھوڑے دنوں کی مشقت کیوں برداشت نہیں کرتا؟ امیدیں دراز نہ کر ورنہ عمل کرنا تجھ پر بھاری ہو جائے گا۔ موت کو قریب جان اور اپنے دل میں یہ سوچ کہ میں (دنیا کی خاطر) آج مشقّت اٹھا رہا ہوں۔ مگر کیا خبر کہ آج ہی رات مر جاؤں۔ اگر آج نہیں تو شاید کل مر جاؤں۔ کیونکہ موت کا وقت نامعلوم ہے، موت اچانک آتی ہے[1]۔ لہٰذا سفرِ آخرت کے لئے تیار رہنا دنیا میں

حاشیہ [1] آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ؎ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے بعد فائدہ پہنچانے والے کام کرے اور نادان وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کا تابع ہو (اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں زندگی گنوائے) اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھتا رہے کہ وہ کریم ہے غفور الرحیم ہے۔ وہ مجھے بخش دے گا۔ اپنے فضل سے نواز دے گا۔ (ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

رہنے کی تیاری سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ تو تُو بھی خوب جانتا ہے کہ تھوڑی سی مدّت کے سوا تو دنیا میں نہیں رہے گا۔ آخر مرنا ہے شاید تیرے مرنے میں ایک دن یا ایک سانس ہی باقی رہا ہو۔ ہر روز اپنے دل میں یہی سوچ کر ہر وقت خود کو عبادتِ الٰہی میں لگائے رکھ۔ لیکن اگر تو یہ سمجھ بیٹھے کہ ابھی تو میں (دنیا میں سَو برس یا) پچاس برس اور زندہ رہوں گا اور پھر عبادت میں دل لگانا چاہے تو تیرا نفس نہیں مانے گا۔ اور تجھے عبادت کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اگر تو نے موت کو قریب جانا (تو تجھے آخرت کی فکر لگ جائے گی۔ دل لگا کر عبادت و ذکر و فکر کرے گا) اور مرتے وقت تجھے انتہائی مسرّت حاصل ہو گی کہ ملائکہ تجھے رحمت، مغفرت اور جنّت کی بشارت دیں گے اور تو خوشی میں مسکراتا ہوا یہاں سے رخصت ہو گا[۱]۔ لیکن اگر تو غفلت و سستی میں رہے گا تو تیری بے خبری ہی میں موت آن پہنچے گی اور تو انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں خود پر افسوس کرتا ہوا مرے گا۔

نماز کے آداب

اے عزیز! جب تو نماز کے لئے تیاری کرے تو جُنبی ہے تو اچھی طرح غسل کر اور اگر بہ حالت جُنُب نہیں تو اچھی طرح وضو کر کے۔ پاک کپڑے پہن ستر عورت کر یعنی ناف سے گھٹنوں تک پاک کپڑے سے ڈھانکنا فرض ہے اور پاک جگہ اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں پاؤں کشادہ رہیں (بقدر چار انگشت دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ ہونا چاہیئے) پاؤں ملا کر نہ کھڑا ہو۔ سیدھا ہو کر قل اعوذ برب الناس (پوری سورہ) پڑھ اس نیت سے کہ شیطان مردود سے پناہ حاصل ہو پھر دل کو حاضر اور وساوس سے خالی کر کے (یک سُو ہو کر) تصوّر کر کہ تو کس (عظیم ترین آقا) کے سامنے کھڑا ہو رہا ہے (حاضری دینے لگا ہے) اور کس (اعلیٰ شان معبود) سے مناجات

حاشیہ [۱] نشانِ مردِ مومن با تو گویم ۔ چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست (ڈاکٹر اقبال)

میں تجھے مردِ مومن کی پہچان بتاتا ہوں۔ کہ جب موت آتی ہے اس کے لبوں پر تبسّم آجاتا ہے۔ خوشی سے مسکرانے لگتا ہے۔

(فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہ)

(عرض معروض) کرنے والا ہے۔ تجھے اس حال میں کہ دل غافل ہو۔ سینہ دنیا کے وسوسوں اور شہوت کی خباثتوں سے بھرا ہو اپنے آقا سے مناجات کرتے ہوئے شرم کرنی چاہیئے[1] خوب جان لے کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل کے پوشیدہ بھید سے باخبر ہے وہ تیرے قلب کو دیکھتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری نماز میں سے اسی قدر نماز کو قبول فرماتا ہے جتنی نماز تو نے (حضور قلب) خشوع وخضوع اور تواضع وتضرع کے ساتھ پڑھی۔ تو اس طرح اس کی عبادت کر اس طرح نماز پڑھ کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے اور جو تو اسے نہیں دیکھتا تو یقیناً وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تیرا دل حاضر اور اعضاء مطمئن نہ ہوں تو (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ) جلالِ الٰہی میں تیری معرفت ناقص ہے۔ تو یہ تصور کر کہ اگر تیرا کوئی بزرگ (باپ۔ دادا۔ چچا یا استاد) تجھے دیکھ رہا ہو کہ تو نماز کس طرح پڑھتا ہے تو تیرا دل حاضر اور اعضاء مطمئن ہو جائیں گے۔ (یعنی تو بڑے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھے گا) اُس وقت تو اپنے نفس سے مخاطب ہو اور کہہ کہ اے نفسِ بد۔ تجھ کو ایک عاجز بندے کے دیکھنے سے تو اتنا اثر ہو گیا کہ اس کے ڈر سے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے لگا ہے۔ حالانکہ اس بندے کو تیرے نفع ونقصان پر کچھ اختیار بھی نہیں۔ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اپنے خالق و مالک کے حضور میں اس کی عظمت سے نہیں ڈرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تیرے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ ہر شئے پر قادر اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے۔ آیا تیری دانست میں اللہ تعالیٰ کا مقام تیرے اُس بزرگ سے کمتر ہے؟ تو بڑا

حاشیہ[1] جسم اندر نماز و دل بیروں ⁂ گشتہا ئے کوچہ و جہانی

ایں چنیں حالتِ پریشاں را ⁂ شرم ناید نماز نے خوانی

یعنی۔ تیرا جسم تو نماز کے اندر ہے (نماز میں مصروف ہے) لیکن دل باہر ادھر ادھر جہان بنا ہوا گشت کر رہا ہے۔ ایسی پریشاں حالت میں تجھے نماز پڑھتے شرم نہیں آتی۔؟ یہ تو نماز پڑھ رہا ہے؟ نماز تو وہی ہے جو حضور قلب کی حالت میں پڑھی جائے۔

(ابوالحسنان قادری غفرلہٗ)

ہی نادان جاہل اور خود اپنا بڑا ہی دشمن ہے۔ اے عزیز! اس تدبیر سے اپنے نفس کا علاج کر۔ تاکہ اس کی کجی دُور ہو اور تیرا دل نماز میں حاضر ہو جائے۔ کیونکہ نماز تو وہی ہے جو حضورِ دل کے ساتھ ادا کی جائے[۱] اور جو نماز تو نے بحالتِ غفلت پڑھی ہے وہ استغفار و کفارہ کی محتاج ہے[۲]۔ پس اپنے دل کو حاضر کر کے نیت کر کہ فرض نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرتا ہوں۔ (جس وقت کی نماز ادا کرنی ہے اُسی کی نیت کی جائے) اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر۔ نماز فجر میں فاتحہ کے بعد طوال مفصّل[۳] میں سے کوئی سورۃ پڑھ اور مغرب میں قصارِ مفصّل[۴] ظہر، عصر اور عشاء میں اَوساطِ مفصّل[۵] اور سفر میں ہو تو نمازِ فجر میں (اگر طوال مفصّل پڑھنے کی گنجائش نہ پائے تو) قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنا کافی ہے۔ بحالتِ قیام سر جھکائے ہوئے اپنی نگاہ مصلّے (سجدہ گاہ) پر رکھ کر تیرے مقصود اور حضورِ قلب کیلئے زیادہ جامع اور زیادہ لائق ہے۔ نماز پوری کر کے دونوں طرف (پہلے دائیں پھر بائیں) سر پھیرتے ہوئے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہکر نماز سے باہر آ۔ سر کو اتنا پھیرنا چاہیے کہ اپنا رخسار دکھائی دے اور دونوں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے مسلمانوں اور فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کر۔ خشوع اور حضورِ قلب اور سمجھ کر قرأت پڑھنا۔ نماز کا ستون ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس نماز میں حضورِ قلب نہ ہو وہ نماز زیادہ تر عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں مگر اُن کے لئے اس میں چھٹا یا دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا ہے۔ صرف اتنا ہی جو اس میں سے سمجھ کر پڑھی ہے۔"

حاشیہ [۱] سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ حضورِ دل کے سوا نماز نہیں"۔ [۲] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ

آں کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست ٭ فتویٰ ہمیں دہم کہ نمازش قضا کند

جو شخص کہ نماز میں جمالِ دوست یعنی انوارِ الٰہی کا مشاہدہ نہ کر پائے اسکے لئے میرا یہی فتویٰ ہے کہ وہ نماز لوٹا کر پڑھے۔ [۳] سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک [۴] لم یکن سے آخر تک

[۵] سورۂ بروج سے لم یکن تک۔ (فقیر ابو الحسنان قادری غفرلہٗ)

امامت واقتدا کے آداب

امام کو لازم ہے کہ نماز ہلکی پڑھائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو ہلکی اور کامل ہو بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے۔" اور جب تک کہ مؤذن اقامت سے اور مقتدی صف سیدھی نہ کرلیں تکبیر تحریمہ نہ کہے۔ امام تکبیر بلند آواز سے کہے اور مقتدی اتنی آواز سے کہے کہ اپنے کانوں کو سنائی دے اور امام امامت کی نیت کرے تاکہ فضیلت حاصل ہو۔ اور اگر یہ نیت نہ کی تو بھی مقتدیوں کی نماز درست ہو جائے گی بشرطیکہ انہوں نے اقتدار کی نیت کرلی ہو۔ انکو نماز باجماعت کا ثواب مل جائے گا۔ امام دعاء استفتاح (یعنی سبحانك اللهم وبحمدك) اور تعوذ (اور تسمیہ) پست آواز سے پڑھے۔ فجر کی دونوں رکعتوں اور مغرب و عشار کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ اونچی آواز سے پڑھے۔ اور رکوع و سجود میں تسبیحات تین مرتبہ سے زیادہ نہ پڑھے۔ اور پچھلی رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے وقت مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور مقتدی امام کو سلام کہنے کی نیت کریں۔ سلام کہہ کر ایک ساعت ٹھہر کر مقتدیوں کی طرف منہ کرلے۔ لیکن اگر جماعت میں مستورات بھی ہوں تو ان کے چلے جانے تک مقتدیوں کی طرف منہ نہ کرے۔ جب تک امام اٹھ نہ کھڑا ہو مقتدیوں میں سے کوئی نہ اٹھے۔ امام دائیں یا بائیں جس طرف چاہے مڑے تاہم دائیں جانب مڑنا افضل ہے۔ انتقال ارکان میں مقتدی امام سے پہلے منتقل نہ ہوں نہ اس کے ساتھ ساتھ بلکہ لازم ہے کہ ہر کام امام کے بعد کریں۔ امام جب رکوع کی حد کو پہنچ جائے تب مقتدی رکوع کے لئے جھکیں۔ اور جب تک سجدہ میں امام کی پیشانی زمین سے نہ لگے مقتدی سجدہ میں نہ جائیں۔

جمعہ کے آداب

واضح ہو کہ جمعہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کے لئے خاص کیا ہے۔ اس میں ایک مُبہم گھڑی ایسی ہے کہ اس وقت جو دعا مانگی جائے مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے تو جمعرات کے دن ہی کپڑوں کو پاک صاف کر لے اور بکثرت تسبیح و استغفار کرتے ہوئے جمعہ کی شب گذار۔ جمعرات اور جمعہ کے دن یا جمعہ اور ہفتہ کے دن روزے رکھو کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے۔ جمعہ کے دن صبح کو غسل کر کہ جمعہ کے دن ہر بالغ مسلمان کے لئے نہانا واجب[1] ہے۔ پھر پاک صاف سفید لباس پہن کہ اللہ تعالیٰ سفید لباس کو پسند فرماتا ہے۔ اور بہت عمدہ خوشبو جو میسّر ہو لگا۔ جمعہ کے دن۔ بدن کو پاک صاف کرنے۔ سر منڈانے۔ زیرِ ناف کے بال مونڈنے۔ ناخن کترنے۔ مسواک کرنے اور ہر طرح کی نظافت کے لئے مبالغہ سے کام لینا چاہیئے ہر طرح کی تیاری کر چکنے کے بعد پہلے پہر میں جامع مسجد کو روانہ ہو جانا چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ جو شخص پہلی ساعت میں مسجد میں آیا گویا اُس نے اللہ کی راہ میں ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری ساعت میں آیا۔ تو گویا اس نے ایک گائے قربان کی اور جو تیسری ساعت میں پہنچا گویا اس نے ایک مینڈھا قربان کیا۔ جو چوتھی ساعت میں پہنچا۔ گویا اس نے ایک مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں ساعت میں مسجد میں آیا تو گویا کہ اس نے ایک انڈا قربان کیا۔" نیز فرمایا کہ " امام جب خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے صحیفے لپیٹ، قلمیں اٹھا کر منبر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔" مذکور ہے کہ اللہ کے دیدار کے وقت لوگ اُسی قدر قرب پائیں گے جس قدر اوّل ساعت میں نمازِ جمعہ کے لئے مسجد میں جانے والے ہوں گے۔ جب تُو مسجد میں داخل ہو تو پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کر۔ لیکن اگر لوگ جمع ہو چکے ہوں تو ان کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے نہ جا۔ اور نماز پڑھنے والوں کے آگے سے بھی گذرنا نہیں چاہیئے۔ بیٹھنے سے پہلے نماز تحیۃ المسجد پڑھ۔ دیوار یا ستون کے پاس بیٹھنے کی کوشش کر تاکہ لوگ تیرے سامنے سے نہ گذریں۔ اگر تو چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس طرح چار رکعت پڑھے گا وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی جگہ

حاشیہ [1] مسلک احناف میں جمعہ کے دن نہانا سنّت ہے۔

کو دیکھ لے گا۔ یا اُسے جنّت دکھا دی جائے گی" اور تحیۃ المسجد کو نہ چھوڑ اگرچہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو[۱] اور سنّت طریقہ یہ ہے کہ چاروں رکعت میں یہ سورتیں پڑھے۔

سورۂ انعام۔ کہف۔ طٰہٰ۔ یٰسین۔ اگر یہ نہ کر سکے تو سورہ یٰسین۔ دُخان۔ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ ملک جمعہ کی شب پڑھ لیا کر۔ یہ عمل کبھی ناغہ نہ ہونے دے کہ اس کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اُسے چاہیئے کہ جمعہ کے دن سورہ اخلاص بکثرت پڑھے اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر کثرت سے درود بھیجے۔ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو نماز اور کلام (بات چیت) قطع کر کے مؤذن کے جواب میں مشغول ہو۔ اور یک سُو ہو کر خطبہ سُنے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی وقتِ خطبہ کسی کو یوں کہے کہ۔ خاموش رہ تو اس نے لغو کلام کیا اور جس نے لغو کلام کیا تو اس کا جمعہ ہی نہیں ہوا" اس لئے کہ۔ یہ کہنا کہ خاموش رہ ایک کلام ہے۔ اُسے مناسب ہے کہ دوسرے کو اشارے سے منع کرے نہ کہ بات سے۔ پھر (جب نماز شروع کی جائے تو) امام کی اقتدا کر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس جب تو سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو تو کوئی کلام کرنے سے پہلے سات مرتبہ سورۂ فاتحہ، سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور سات مرتبہ معوّذتین پڑھ۔ ان کے پڑھنے سے تو اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا۔ پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔ اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِیُٔ یَا مُعِیْدُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِیَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (یا اللہ! اے غنی۔ اے حمید۔ اے پیدا کرنے والے۔ اے موت کے بعد دوبارہ اُٹھانے والے، اے مہربان اے دوست رکھنے والے مجھے رزق حلال دے کر حرام سے بے پروا کر دے اور اپنی اطاعت دے کر معصیت سے بچا لے اور اپنا فضل عنایت کر کے اپنے سوا سب سے بے پروا کر دے) پھر فرض نماز جمعہ کے بعد دو یا چار یا چھ رکعت دو دو کر کے پڑھ[۲]

حاشیہ[۱] اگر امام خطبہ شروع کر چکا ہو تو تحیۃ المسجد وغیرہ کوئی نماز پڑھنا شروع نہ کرے۔ ہاں اگر وہ پہلے سے پڑھ رہا ہو اور اس دوران امام نے خطبہ شروع کیا تو نماز پوری کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف احوال میں یہی مروی ہیں۔ پھر مغرب یا عصر تک مسجد میں بیٹھا رہ اور اس (مقبولیت والی) افضل ساعت کے لئے عمدہ طور پر مراقبہ کر کیونکہ یہ پورے دن میں مبہم ہے۔ شاید تو اُسے خشوع و تضرع کی حالت میں پالے۔ جامع مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے والوں اور پیشہ ور واعظین کی مجلس میں شریک نہ ہو۔ بلکہ عالم دین کی علمی مجلس میں حاضر ہو جو نفع دینے والی ہو۔ جمعہ کے دن۔ طلوع آفتاب کے وقت اور زوال، غروب اور اقامت کے وقت، خطیب کے منبر پر چڑھنے کے وقت اور نماز کے لئے جماعت کے کھڑے ہوتے وقت دعا مانگا کر شاید وہ ساعتِ قبولیت ان میں سے کسی وقت میں ہو اور اس دن حتّی المقدور خیرات کرنے کی کوشش کر خواہ تھوڑی ہی ہو۔ پس ہفتہ بھر میں سے جمعہ کے دن نماز، روزہ، صدقہ، قرآت، ذکر اور اعتکاف وغیرہ نیکیاں جمع کر لے تاکہ تیری آخرت سنورنے کا سامان اور ہفتہ کے بقیہ دنوں کا کفارہ ہو جائے۔

روزوں کے آداب

اے عزیز! تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تو صرف ماہِ رمضان کے روزے رکھ لینے ہی پر اکتفا کرلے۔ اور نفلی روزے رکھنے کی تجارت اور فردوس کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کو چھوڑ دے پھر تو (آخرت میں نفلی) روزے رکھنے والوں (کے اعلیٰ درجات) کو دیکھ کر حسرت کرے گا (جبکہ وہ اعلیٰ علییّن میں چمکتے ستاروں کی طرح تجھے دکھائی دیں گے۔ حدیث میں جن ایّام کی فضیلت اور شرافت مذکور ہے ان میں روزہ رکھنے کا بڑا ثواب ہے۔ جیساکہ عرفہ کا دن اس کے لئے جو حج نہ کر رہا ہو، اور عاشورہ کا دن۔ اور ذی الحجہ اور محرّم اور رجب المرجب اور شعبان کے پہلے عشرے اور اشہرِ حُرُم کے روزے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرّم اور رجب المرجب، یہ تو سال کے اعتبار سے ہیں۔ اور مہینہ کے اعتبار سے شروع ماہ۔ درمیان اور آخر اور ایامِ بیض یعنی ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرہویں۔ لیکن ہفتہ کے اعتبار سے، پیر، جمعرات اور جمعہ۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا ہفتہ بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، ہر مہینہ کے پہلے

دن کا روزہ مہینہ بھر کا کفّارہ ہے اسی طرح بیچ اور آخر ایام بیض کا بھی یعنی پندرہویں دن کا روزہ۔

ان دنوں اور مذکورہ مہینوں کے روزے سال بھر کے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ۔ صرف کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے ہی کا نام روزہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ۔ "بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے لئے ان کے روزہ میں سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ حصّہ نہیں" (یعنی روزے کے ثواب سے محروم رہتے ہیں) روزہ کی تکمیل تب ہوتی ہے جب کہ تمام اعضاء جسم کو ان تمام امور سے باز رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ آنکھوں کو منہیاتِ شرعیہ سے اور بد نظری سے بچائے۔ زبان کو فحش کلامی، دروغ گوئی اور غیبت وغیرہ سے محفوظ رکھے۔ کانوں کو لغویات اور غیبت وغیرہ سُننے سے باز رکھے۔ کہ غیبت سُننے والا بھی غیبت کرنے کا مرتکب شمار ہوتا ہے۔ پیٹ کو حرام خوری اور شرم گاہ کو حرام کاری سے بچائے علیٰ ہٰذا القیاس تمام اعضاء کو ممنوعات سے روک دے۔

حدیث میں وارد ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جو روزہ کو ضائع کر دیتی ہیں۔ جھوٹ غیبت۔ چغل خوری۔ شہوت سے دیکھنا اور جھوٹی قسم کھانا" رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ۔ "روزہ ڈھال ہے۔ اگر تم میں سے کوئی روزہ رکھے ہوئے ہو تو بیہودہ فحش اور جاہلیت کی باتیں نہ کرے اور اگر کوئی اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو کہہ دے کہ مَیں روزہ سے ہوں" (نہ لڑائی میں اُلجھے نہ گالی کا جواب دے) نیز حلال روزی سے روزہ افطار کرے۔

روزہ کا بڑا مقصد، شہوت کو توڑنا اور قوت (بہیمیہ) کو مضمحل کرنا ہے تاکہ تجھے تقویٰ اختیار کرنے پر قدرت حاصل ہو جائے۔ اس لئے روزہ افطار کرنے کے بعد خوب پیٹ بھر کر کھانے سے احتراز لازم ہے۔ اگر رات کو شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا تو ایک دفعہ یا دو دفعہ کھانے میں کیا فرق باقی رہ گیا؟ جب تُو نے نفس کی خواہش پوری کر دی تو روزہ رکھنے کا کچھ فائدہ نہ رہا۔ اس لئے کہ تیرا معدہ تو بسیار خوری سے بوجھل

ہو گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی ظرف اتنا مبغوض نہیں جتنا کہ وہ پیٹ جو حلال سے بھرا ہو" حرام کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

اے عزیز! جب تجھے روزے کے معنی معلوم ہو گئے تو حتی المقدور کثرت سے روزے رکھا کر کیونکہ یہ سب عبادات کی جڑ اور قربِ الٰہی کی کنجی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے سوائے روزہ کے[1] کہ وہ میرے لئے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا[2]۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یقیناً روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کھانا پینا اور شہوت میری (رضا) کی خاطر چھوڑتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کا بدلہ دوں گا" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" جنت کا ایک دروازہ ریّان ہے اس سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے۔" بدایۃ الہدایۃ" میں تجھے طاعات کی شرح اسی قدر کافی ہے۔ اگر تو زکوٰۃ۔ حج یا روزہ و نماز کی زیادہ شرح کا خواستگار ہے تو ہماری کتاب احیاء العلوم کا مطالعہ کر۔

دوسری قسم۔ گناہوں سے اجتناب کے بیان میں

واضح ہو کہ دین کے دو جز ہیں۔ ایک ترک منہیات۔ دوم فعلِ طاعات۔ ترکِ مناہی (ممنوعہ کاموں کا ترک کرنا) سخت مشکل ہے۔ کیونکہ طاعت (احکام کی فرماں برداری) تو ہر شخص کر سکتا ہے مگر ترکِ شہوت صدّیقوں کے سوا کوئی نہیں کر سکتا[3] اسی لئے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" مہاجر وہ ہے جو بُری باتوں کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو خواہش نفسانی سے جہاد کرے" مقام غور ہے

حاشیہ [1] اس کے اجر کا کوئی اندازہ اور کوئی حد نہیں۔ [2] اور میری عطا کی کوئی حد نہیں۔

[3] یعنی نفسانی خواہشات صحیح معنوں میں وہی ترک کر سکتا ہے جو مقام صدق و اخلاص

[illegible]

کہ تُو (جن) اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ تو تیرے پاس اللہ کی نعمت اور امانت ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی (عطا کردہ) نعمت سے گناہوں میں مدد لینا انتہائی کفرانِ نعمت اور اس کی سلطنت میں سب سے بڑی سرکشی اور امانت میں خیانت ہے

تیرے اعضاء تیری رعیت (تیرے ماتحت) ہیں تو خیال کر کہ تو کس طرح اُن کی نگہبانی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "تم سب کے سب راعی (نگہبان حاکم) ہو، اور تم سب سے اپنی اپنی رعیت کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا"[۱] واضح رہے کہ عرصۂ قیامت میں تیرے تمام اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے اور گواہی دے کر تجھے علی الاعلان تمام مخلوق کے سامنے رُسوا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔ "آج (قیامت) کے دن ہم مُہر لگائیں گے اُن کے مونہوں پر اور ہم سے کلام کریں گے اُن کے ہاتھ اور گواہی دیں گے اُن کے پاؤں ان کاموں کی جو کچھ کہ وہ کرتے رہے ہیں" پس تو اپنے تمام بدن کی حفاظت کر خصوصًا اپنے ساتوں اعضاء کی کہ دوزخ کے سات ہی دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے ایک جزو مقسوم ہے۔ اور ان دروازوں سے گذر کر جہنم میں جانے کے لئے وہی شخص متعین ہے جو ان سات اعضاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ زبان۔ پیٹ۔ فرج (شرم گاہ) ہاتھ اور پاؤں

آنکھ۔ اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ تو اندھیرے میں راستہ دیکھے۔ اور دیگر ضروریات میں اس سے مدد لے۔ اور اس سے زمین و آسمان کے عجائب مخلوقات کا مشاہدہ کرے اور اس کی نشانیوں سے عبرت پذیر ہو۔ اور اس آنکھ کو نامحرم کو دیکھنے، خوبصورت کو نفسانی شہوت سے گھورنے، مسلمانوں کو حقارت سے دیکھنے اور ان کے عیب پر مطلع ہونے سے بچائے۔ **کان**۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں بنائے کہ تو انہیں بدعت یا غیبت یا فحش۔ جھوٹی باتوں میں خوض کرنے یا لوگوں کی بُرائیاں سُننے میں لگائے رکھے۔ بلکہ یہ اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان سے خدا کا کلام (قرآن مجید)

حاشیہ [۱] پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی رعیت کی کہاں تک نگہبانی کی۔ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

کلامِ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم (حدیث شریف) اور اولیاء اللہ کی باتیں سُننے اور علم حاصل کرنے کے طفیل پائیدار مُلک اور ہمیشہ کی نعمت (جنّت) میں پہنچے۔ لیکن اگر تو نے کانوں کو بُری باتوں کی طرف لگایا تو ثواب کے عوض گناہ، اور جو تیری کامیابی کا سبب تھا وہ ہلاکت کا باعث ہو جائے گا یہ انتہائی نقصان ہے۔ یہ گمان نہ کر کہ گناہ صرف بات کرنے والے ہی کا ہو گا سُننے والے کا کچھ گناہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سُننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے اور وہ دو میں کا ایک غیبت کرنے والا ہے۔ **زبان**۔ اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ تو اس سے بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ تلاوتِ قرآن کرے۔ لوگوں کو قرآنی تعلیمات کی طرف دعوت دے[1] اور اس سے اپنی دینی و دنیاوی ضروریات کا بیان و اظہار کرے۔ پس اگر تُو نے زبان کو اسکے مقصد پیدائش کے خلاف استعمال کیا تو تُو نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کفران کیا۔ یہ زبان تجھ پر اور دوسرے لوگوں پر بہ نسبت دیگر اعضاء کے زیادہ غالب ہے اور لوگ زبانوں ہی کی بدولت دوزخ میں گریں گے۔ لہٰذا تُو اپنی ہمت سے اس پر غلبہ حاصل کر تاکہ یہ تجھے دوزخ میں مُنہ کے بل نہ گرائے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ "انسان کبھی ایسی بات مُنہ سے نکالتا ہے کہ یار دوست اس پر ہنسیں سو وہ اس کے سبب ستر برس کی دوزخ کی گہرائی میں گرتا ہے" رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے زمانے میں ایک شخص معرکۂ جنگ میں شہید ہو گیا۔ کسی نے کہا مبارک ہو۔ اس کے لئے جنت ہے" رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "تجھے کس طرح معلوم ہوا؟ شاید اس نے (کبھی) لایعنی بات کی ہو یا بے پروانہ کرنے والی (یعنی معمولی سی) شئے پر اس نے بخل کیا ہو"

اے عزیز! اپنی زبان کو آٹھ باتوں سے محفوظ رکھ **اوّل**۔ جان بوجھ کر بطور ہنسی مذاق جھوٹ بولنا۔ تُو خود کو اس (عادتِ بد) کا عادی نہ بنا۔ کہ یہی عادت عمداً جھوٹ بولنے کا عادی بنا دیتی ہے۔ اور جھوٹ کبیرہ گناہوں کی جڑ ہے جب تو جھوٹا مشہور ہو گیا تو تُو بے اعتبار ہو جائے گا۔ تیری ہر بات ناقابلِ تسلیم ٹھہرے گی اور

حاشیہ [1]: وعظ و نصیحت اور تبلیغ کرے راہِ حق کی طرف رہنمائی کرے۔

لوگ تجھے حقارت اور ذلت سے دیکھیں گے۔ اگر تو اپنے جھوٹ کی برائی کا اندازہ کرنا چاہے۔ تو یہ دیکھ کہ تو خود کسی جھوٹ بولنے والے شخص کو کتنا بُرا جانتا اور اس سے کتنی نفرت کرتا ہے تو اس کو اس قدر حقیر جانتا ہے کہ اس کی کسی بات پر اعتبار نہیں کرتا[۱] اسی پر دیگر تمام بُرائیوں کو قیاس کر لے کہ جس بُرائی کو تو کسی دوسرے شخص میں دیکھ کر اُسے بُرا جانتا ہے۔ اس بُرائی کو اپنے لئے بھی برائی ہی جان کر چھوڑ دے۔ کہ اگر وہ برائی تجھ میں بھی پائی جائے گی تو لوگ تجھکو بھی بُرا ہی جانیں گے۔

دوئم۔ وعدہ خلافی۔ اس امر سے بچنا رہ کہ کسی بات کا وعدہ کرے اور پورا نہ کرے بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ (از خود) عملی طور پر احسان کا برتاؤ کرتا رہے[۲] کہ کچھ کہنے یا وعدہ کرنے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ لیکن اگر تو[۳] بہ امر مجبوری کوئی وعدہ کرے تو[۴] وعدہ خلافی نہ کر۔ کیونکہ بلا عذر وعدہ خلافی نفاق اور بد خلقی کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ "جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں وہ منافق ہے، اگرچہ نماز روزہ ادا کرتا ہو۔ جب بات کرے جھوٹ بولے۔ وعدہ کر کے پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے"۔

سوئم۔ غیبت سے زبان کی حفاظت۔ غیبت، بحالتِ اسلام تیس مرتبہ زناکاری سے بدتر ہے۔ حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔ غیبت اسے کہتے ہیں کہ تو کسی[۵] کا تذکرہ کرے کہ بر تقدیر (اگر وہ یہ تذکرہ) سُن لے تو اسے بُرا لگے۔ پس غیبت کرنے والا ظالم ہے اگرچہ وہ[۶] سچی بات ہی کہہ رہا ہو[۷] اور تو خود کو "قراء المرائین" کی غیبت سے بچا۔ وہ یہ ہے کہ تو مقصود بلا التصریح ادا کرے[۸] مثلاً (کسی کے بارے میں) یوں کہے کہ۔ اللہ تعالیٰ اس کے حال کی اصلاح کرے کہ اس نے مجھے رنج میں مبتلا کر دیا ہے

حاشیہ [۱] تو پھر تو جھوٹ بول کر دوسروں کی نگاہوں میں کیونکر عزت پا سکتا ہے؟ [۲] حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کر دیا کرے [۳] کسی سے کسی امر میں [۴] حتی المقدور اسے پورا کرنے کی کوشش کر [۵] کے متعلق اس کے پس پشت ایسی بات [۶] کسی کے متعلق اس کی غیر موجودگی میں [۷] ایسی بات جو ناپسندیدہ ہو [۸] یعنی جو کچھ تو کہنا چاہتا ہو گول مول بات میں کہہ۔

یا یہ کہے کہ اس کے معاملے نے مجھے غمزدہ کر دیا ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اور اس کی اصلاح کرے۔ تیرے اس طرح کہنے میں دو خباثتیں جمع ہو گئیں۔ ایک غیبت کہ اس شخص کے بارے میں برائی کا اظہار ہوا۔ اور دوسری اپنی پاکیزگی کا اظہار[1] لیکن اگر تیرے اس کہنے سے کہ "اللہ اس کی اصلاحِ حال کرے" تیرا مقصد اس کے حق میں دعا ہے تو کسی کے حق میں بھلائی کی دعا کرنا ہو تو (لوگوں کو سنا کر نہیں بلکہ) پوشیدہ طور پر کرنی چاہئے۔ اور اگر (تجھے کسی سے کوئی رنج پہنچا ہے اور تو) اس کے سبب غمزدہ ہوا ہے تو اس صورت میں بھی اس کو رسوا کرنے اور اس کے پسِ پشت اس کی شکایت نہ کر[2] کہ بعینہٖ غیبت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیشِ نظر رکھ۔ کہ فرمایا۔ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ (اور نہ کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت کرے۔ آیا کوئی تم میں سے یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے پس اس کو تو تم بُرا جانو گے) دیکھ! اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا فرمایا ہے۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ اس سے بچے اور مسلمانوں کی غیبت سے باز رہے۔

تو خود اپنے بارے میں غور کر کہ تجھ میں بھی کوئی ظاہر یا پوشیدہ عیب ہے یا نہیں؟ اور کیا تو نے بھی کھلم کھلا یا ڈھکے چھپے کبھی کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں؟[3] پھر جب تو خود کو عاجز، عیب دار اور گناہ گار جاننے کے باوجود یہ پسند نہیں کرتا کہ تیرے عیوب ظاہر ہوں یا تیرے گناہوں کی تشہیر ہو۔ تو اسی طرح دوسرے کو بھی

حاشیہ [1] اس سے تکبر و غرور ظاہر ہوتا ہے۔

حاشیہ [2] جس سے کوئی تکلیف پہنچی یا کچھ نقصان پہنچا ہے تو جگہ جگہ لوگوں کے سامنے اس کی بُرائی بیان کرتے پھرنا اور اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے یا تو اس سے بالمشافہ معاملہ صاف کر لینا چاہیئے یا حاکم مجاز سے فریاد کر کے دادرسی کرا لینی چاہیئے۔ پس پشت شکایت کرنا اس کی بُرائی بیان کرنا غیبت میں داخل ہے۔

حاشیہ [3] یقیناً تجھے خود میں بہت سے عیب دکھائی دیں گے اور تیرے اپنے کئی گناہ تجھ کو شرمسار کر دیں گے (ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

عاجز، عیب دار اور گناہ گار جانتے ہوئے بھی اس کے عیب ظاہر نہ کر اور اس کے گناہ کی تشہیر نہ کر کہ تیری طرح وہ بھی فطرتاً عاجز ہے۔ وہ بھی تیری طرح اپنی بدنامی پسند نہیں کرتا۔ اگر تو دوسرے کے عیب کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے عیوب کو بھی ڈھانک دے گا۔ لیکن اگر تو کسی کو رسوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں تجھ پر (لوگوں کی) تیز (وطرار) زبانیں مسلط کر دے گا جو تیری عزت وآبرو کو برباد کر دیں گی اس کے بعد آخرت میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کے سامنے تجھے رسوا کر دے گا۔ اور اگر تجھے اپنے ظاہر و باطن کو ٹٹولنے کے باوجود خود میں کوئی دینی یا دنیاوی نقص وعیب معلوم نہ ہو تو سمجھ لے کہ تو بڑا احمق ہے۔ اس لئے کہ اپنے عیوب سے بے خبر ہونا بہت بڑی حماقت ہے۔ اور حماقت سے بڑا کوئی عیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر تیری بھلائی چاہتا تو تجھے اپنے عیوب دیکھ لینے کی بصیرت عطا فرما دیتا[۱]۔ پس تیرا خود کو پاک اور بے عیب سمجھ لینا نہایت درجہ کی بے وقوفی اور جہالت ہے[۲] لیکن اگر تو (کسی حد تک) اپنے گمان میں سچا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر[۳] اور پھر[۴] دوسروں کو رسوا نہ کر ان کی عزت وآبرو برباد نہ کر (کہ یہ صالحین کا شیوہ نہیں) یہ بہت بڑا عیب ہے۔

چہارم۔ ریاکاری، جدال اور مناقشہ (دکھاوے کے لئے نیک کام کرنا۔ لڑائی جھگڑا کرنا۔ بحث مباحثہ کرنا) مناقشہ کا مطلب یہ ہے کہ مدمقابل کو بحث میں لاجواب کر کے اس کی جہالت ظاہر کرنا۔ اس پر طعن کرنا اور اسکو اذیت پہنچانا اور خود کو دانش مند، عالم اور راست باز ظاہر کر کے اپنی تعریف کرانا مقصود ہو۔ واضح رہے کہ لڑنے جھگڑنے

حاشیہ[۱] اور تو خود کو سب سے زیادہ گناہ گار اور برا سمجھنے لگتا ہے

جب تک نہ تھی ہم کو کچھ اپنی خبر ∴ رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر ∴ تو نگاہوں میں کوئی برا نہ رہا

[۲] پاک اور بے عیب اللہ کی ذات ہے۔ انبیاء۔ معصوم ہیں۔ اور اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔

[۳] کہ تو زمرۂ اولیاء اللہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ [۴] اس کے باوجود بھی۔

[۵] برائیوں میں مبتلا دیکھ کر بھی۔ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

سے زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ۔ اگر تو کسی بے وقوف سے لڑے جھگڑے تو وہ تجھ کو اذیت پہنچائے گا اور اگر عقل مند، صاحبِ علم سے لڑے جھگڑے تو وہ تیرا مخالف دشمن بن جائے گا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔ "اگر کوئی جھوٹا ہو اور جھگڑے سے دست بردار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے وسط میں مکان تیار کرتا ہے اور جو باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے کو ترک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اعلیٰ جنت میں مکان تیار کرتا ہے۔"

یہ مناسب نہیں کہ شیطان تجھے دھوکہ دے اور کہے کہ تو حق بات کو ظاہر کر اور اس میں مداہنت نہ کر۔ (اور تو اس کے جال میں پھنس جائے) کیونکہ شیطان ہمیشہ احمق کو نیکی کے موقعہ پر شرارت کے لئے اکساتا ہے۔ پس تو شیطان کا مضحکہ نہ بن کر وہ تیرا مذاق اڑائے۔ حق بات کے اظہار کے لئے ایسے شخص سے گفتگو کرنا مناسب ہے جو (خلوصِ دل سے) حق کا متلاشی ہو۔ اور یہ گفتگو بھی بطور خیر خواہی تخلیہ میں ہونی چاہیئے۔ نہ کہ لوگوں کا مجمع اکٹھا کر کے بحث و مناظرہ کیا جائے۔ کیونکہ نصیحت کرنے کی بھی ایک صورت و ہیئت ہے کہ اس میں نرمی و تلطف کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ نصیحت، فضیحت بن جائے گی۔ اور اصلاح کے بجائے مزید بگاڑ پیدا ہو گا۔

عام طور پر جو لوگ علماء و فقہاء سے زیادہ میل جول رکھتے ہیں[۱] ان کی طبیعت پر بحث مباحثہ کی چاہت غالب آجاتی ہے اور جب شرارت پسند علماء بھی ان کو "شہ" دے دیں تو مزید دلیر ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنی برتری منوانے کے شوق میں بات بات پر بحث و مناظرہ میں الجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے ایسا بھاگ جیسے (خونخوار) شیر سے بھاگتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ۔ لڑنا جھگڑنا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

پنجم۔ خود ستائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ ترجمہ: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

ایک شخص نے کسی حکیم سے پوچھا۔ "قبیح صدق کیا ہے" جواب دیا۔ "خود اپنی

حاشیہ [۱] علماء کی باتیں اور مسائل سن کر خود کو بڑا عالم سمجھنے لگتے ہیں اور۔

تعریف کرنا۔ تجھے اس عادتِ (بد) سے بچتے رہنا چاہئیے۔ کہ یہ عادت تیری وقعت کھو دیگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بھی ہوگی۔ اگر تو یہ جاننا چاہے کہ "خودستائی" لوگوں میں تیری وقعت کو نہیں بڑھاتی تو اپنے ہم عصروں کو دیکھ کر ان میں سے جب کوئی اپنے مال، مرتبہ اور اپنی قابلیت کی بناء پر اپنی تعریف کرے تو تیرے دل پر یہ بات گراں گذرتی ہے اور تو اُسے کتنا بُرا سمجھتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کس بُرے انداز میں کرتا ہے۔ تو اسی سے سمجھ لے کہ۔ اگر تو بھی خودستائی کرے گا تو تیری یہ خودستائی لوگوں کے دلوں پر گراں گزرے گی۔ اور تجھے کتنا بُرا سمجھیں گے۔ اور دوسرے لوگوں سے تیرا ذکر کس بُرے انداز میں کریں گے۔

ششم۔ لعنت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی انسان، حیوان یا طعام پر کسی کو خاص طور پر لعنت کرنے سے باز رہنا چاہئیے۔ اور اہل قبلہ میں سے کسی کے شرک یا کفر یا نفاق کی یقینی شہادت دینے سے بچتے رہنا لازم ہے۔ کیونکہ دلوں کے احوال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لئے تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین معاملہ میں دخل نہیں دینا چاہئیے۔ تجھے جان لینا چاہئیے کہ قیامت کے دن تجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں شخص پر کیوں لعنت نہ کی۔ اور کیوں خاموش رہا۔ بلکہ اگر تو نے اپنی عمر بھر شیطان پر لعنت نہ کی اور اپنی زبان کو اس میں ملوّث نہ کیا تو تجھ سے اس بارے میں بھی باز پرس نہ ہوگی۔ لیکن اگر تو نے خدا کی مخلوق میں سے کسی کو لعنت کی تو اس کے بارے میں تجھ سے ضرور باز پرس کی جائے گی۔ تجھ کو چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کسی بھی چیز کو بُرا نہ کہے۔ بے شک نبیٔ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کھانے پینے کی کسی چیز کی مذمت کبھی نہ فرمائی۔ بلکہ اگر چاہتے تو تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

ہفتم۔ مخلوق پر بد دعا کرنا۔ اپنی زبان کو کسی پر بد دعا کرنے سے محفوظ رکھ۔ اگر کوئی تجھ پر ظلم کرے تو اُسے خدا کے سپرد کر دے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "مظلوم ظالم پر بد دعا کرتا ہے یہاں تک کہ اُس (ظلم) کا بدلہ پورا ہو جانے کے بعد پھر ظالم کے لئے (مظلوم کی بد دعا کا) کچھ (حصہ) بچ رہتا ہے جس کا مطالبہ (ظالم) قیامت کے دن

(مظلوم سے) کرے گا۔" بعض لوگوں نے (بغداد کے ظالم گورنر حجّاج (بن یوسف) کے بارے میں زبان درازی کی ہے۔ بعض (علما سے) متقدمین نے یہ کہا ہے کہ جس طرح حجّاج سے اس کے مظلوموں کا بدلہ لے گا۔ اسی طرح حجّاج کے بارے میں زبان درازی کرنے والوں سے حجّاج کا بدلہ لے گا۔

ہشتم۔ لوگوں سے مزاح۔ تمسخر۔ ٹھٹھا کرنا[1] (اے عزیز!) اپنی زبان کو عمداً اس بے ہودگی سے بچا کیونکہ یہ باتیں عزت اور وقار گنوا دیتی ہیں۔ پریشان کر دیتی ہیں دلوں کو اذیت پہنچاتی ہیں۔ لڑائی جھگڑے اور فساد برپا کرتی ہیں۔ دلوں میں بغض وکینہ غصہ اور دشمنی کا بیج بو دیتی ہیں۔ (اور اعزہ واقارب واحباب کے باہمی تعلقات منقطع کر دیتی ہیں) لہٰذا تجھے چاہیئے کہ تو کسی سے ٹھٹھا مذاق نہ کرے اور اگر تجھ سے کوئی ٹھٹھا مذاق کرے تو تو اس کا جواب نہ دے۔ وہاں سے نکل جائے یہاں تک کہ ان کا موضوعِ سخن بدل جائے۔ اور تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کر۔ جو لغویات کو

حاشیہ[1] تمسخر کے معنے ہیں۔ ہنسی اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا کسی کے اپاہج ہونے۔ اندھا یا کانا ہونے۔ غریب ہونے پر ہنسی اڑانا کسی پیشے۔ ذات برادری، نسل، حسب ونسب کو کمتر یا ذلیل جان کر ہنسی اُڑانا۔ کسی کو کسی حالت پر یا کسی گذشتہ کوتاہی، غلطی یا گناہ پر کہ جس سے وہ تائب ہو چکا ہے چھوڑ چکا ہے عار دلانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پ ۲۶ ع ۱۴)

"اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں (صدق واخلاص میں) اور نہ عورتیں عورتوں سے دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں طعنہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔ (جو انہیں ناگوار معلوم ہوں) کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں"

اور "مزاح" خوش طبعی کو کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مزاح ممنوع ومذموم بھی ہے اور مستحب

ومحمود بھی۔ وہ مزاح جس سے کسی کی اہانت و دل شکنی ہوتی ہو، کسی کی تحقیر و مذمت اور تذلیل ہو، یا کسی برائی کا پہلو نکلتا ہو۔ ممنوع و مذموم بلکہ حرام ہے۔ اور جس مزاح میں فحش کلامی یا بے حیائی کی کوئی حرکت ہو، یا صرف لوگوں کو ہنسانا مقصود ہو وہ بھی قطعاً ناجائز ہے۔ احادیث مبارکہ میں ایسے مزاح کی شدید ممانعت وارد ہے۔ اور ایسا مزاح جو اگرچہ پاکیزہ اور خوش اخلاقی پر مبنی ہو۔ مگر ہر کس و ناکس سے کیا جائے اور بکثرت کیا جائے تو وہ بھی ممنوع و ناجائز ہے کہ خدا کی یاد اور دین کی مہمات پر غور و فکر سے غافل کر دیتا ہے۔ لیکن ایسا مزاح جو مذکورہ بالا خرابیوں اور برائیوں سے پاک ہو اور اس سے کسی کی خوشی و دل جوئی مقصود ہو یا کسی سے بے تکلفی و قلبی اُلفت کا اظہار اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا ہو جیسا کہ سرکار دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا عمل مبارک تھا۔ تو وہ مزاح محمود و مستحب ہوگا۔ کتب احادیث و سِیَر سے ثابت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے خوش طبع گھلے ملے رہتے اور اُن سے مل جل کر باتیں کرتے اور ان کے ساتھ مزاح فرماتے تھے۔ مگر اس سے مقصود صرف ان کی دل جوئی اور خوشنودی ہوتی تھی۔ اگر مزاح فرماتے بھی تو کلام کا مضمون و مفہوم بھی حق اور اعلیٰ ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مزاح مبارک کے بے شمار واقعات احادیث و کتب سِیَر میں مندرج ہیں۔ راقم الحروف فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ نے بھی اپنی تالیف "معدن اخلاق" حصّہ چہارم میں حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم، صحابۂ کرام، خلفائے راشدین علیہم الرضوان اور اکابرین صلحائے اُمت کے پاکیزہ مزاح کے بہت سے واقعات تحریر کئے ہیں شائقین چاہیں تو اس کتاب کا مطالعہ کرلیں۔ علّامہ ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم الفقیہ السمرقندی الحنفی علیہ الرحمۃ کتاب تنبیہ الغافلین، بستان العارفین ص۲۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں: وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے مروی ہے کہ۔ فرمایا۔ "بے شک میں بھی مزاح فرماتا ہوں اور (مزاحاً بھی) سچی بات ہی فرماتا ہوں۔" اور پھر چند روایات نقل فرمائی ہیں۔ ترجمہ۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے سواری کے لئے اونٹ کا سوال کیا۔ فرمایا۔ بے شک میں تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ عطا فرماتا ہوں۔ اس شخص نے (تعجب کے ساتھ) عرض کی میں اونٹنی کا بچہ لیکر اس پر

سواری کیونکر کروں گا"؟ اس پر نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اونٹ کو اونٹنی ہی جنتی ہے (کیا اونٹ کو اونٹنی نہیں جنتی؟) رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے حضور ایک بڑھیا نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے جنّت میں داخل کرے"۔ فرمایا۔ بلا شبہ جنت میں تو کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی"۔ یہ سُنتے ہی وہ بڑھیا رونے لگی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی (یا رسول اللہ!) آپ نے تو اس (بے چاری) کو غم میں مبتلا کر دیا ہے"۔ اس پر رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ط بے شک ہم نے ان عورتوں کو (بعد قیامت) اچھی اٹھان اٹھایا تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں، انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں"۔ جوان اور ان کے شوہر بھی جوان اور جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ یعنی سب عورتوں کو (خواہ وہ دنیا میں بچپن میں مریں یا بڑھاپے میں) نوجوان کنواریاں بنا دیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ بڑھیا خوش ہو گئی"۔ اور حماد بن سلمہ حضرت ابو جعفر خطمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت فرماتے ہیں کہ "ایک شخص جس کی کنیت ابو عمرہ تھی (یعنی عمرہ کا باپ) اس کو (ایک دن از روئے مزاح) نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "یا امّ عمرہ (اے عمرہ کی ماں) تو سنتے ہی اس شخص نے (گھبرا کر) اپنے ہاتھ سے اپنے عضو مخصوص کو ٹٹولنا شروع کیا (سرکار دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مسکراتے ہوئے پوچھا یہ کرنے لگے ہو) اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ کہیں میں واقعی عورت تو نہیں بن گیا ہوں"! (عزیزان گرامی! قربان جائیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایمان پر۔ ان پاکبازوں کا اس پر پختہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالےٰ کے محبوب دانائے غیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی یہ شان ہے کہ خواہ پہاڑ ہل جائیں۔ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی بات ٹل نہیں سکتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو۔ یا امّ عمرہ کہہ کر مخاطب فرمایا تو وہ شخص گھبرا کر یہ دیکھنے لگا کہ کہیں میری جنس تو تبدیل نہیں ہو گئی) تو حضور انور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے (اس کی تسکین کی خاطر) فرمایا میں بھی تو (بنی آدم ہونے کے لحاظ سے بظاہر) بشر ہی ہوں (کبھی کبھی) تم سے مزاح فرما لیتا ہوں"۔ یعنی میں نے کہا۔ "یا امّ عمرہ"

نہیں فرمایا تھا کہ تیری جنس تبدیل ہو جاتی۔ بطور مزاح فرمایا تھا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔"
عزیزانِ گرامی! سرکارِ دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خوش طبعی اور مزاح آپ کے خُلقِ عظیم ہی کا ایک روشن پہلو ہے اور آپ کی شانِ رحمۃ اللعالمین کا عظیم مظاہرہ تھا چنانچہ اگر حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے خلقِ عظیم میں تواضع و موانست اور خوش طبعی نہ ہوتی تو کس میں تاب و تواں اور قدرت و مجال ہوتی کہ آپ کے حضور بیٹھ سکتا یا آپ سے ہم کلام ہو سکتا؟ کیونکہ آپ میں انتہائی درجے کی جلالت، ہیبت، سطوت، عظمت اور دبدبہ تھا۔ حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنی شانِ کریمی سے صحابہ کرام سے بے تکلّفی کا برتاؤ کرتے تاکہ وہ قریب سے قریب تر ہو کر آپ سے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہو سکیں۔ "شمائل ترمذی" میں مروی ہے کہ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک بدوی صحابی جنگل کے پھل اور دیہات کی ایسی ترکاریاں حضور کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا کرتے تھے جو حضور کو زیادہ پسند تھیں۔ حضور اس کی واپسی پر ان کو شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ زاہر سے ہمارا دوستانہ ہے۔ ہم اس کے شہری دوست ہیں۔ ایک دن حضور بازار تشریف لے گئے تو زاہر کو کھڑا دیکھا وہ سبزی بیچ رہے تھے۔ حضور نے پیچھے سے اُن کی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ مبارک رکھ دیئے اور اپنی جانب کھینچا اور لپٹا لیا۔ اور اپنا سینۂ اقدس اُن کی پُشت سے ملا دیا۔ وہ بولے "کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔" پھر جب پہچان لیا کہ حضور ہیں تو اپنی پیٹھ کو اور زور کے ساتھ بغرضِ تبرّک حضور کے سینۂ انور سے لپٹانے لگے۔ پھر حضور نے ذرا بلند آواز سے فرمایا۔ "کوئی ہے جو اس غلام کو خرید لے؟" وہ بولے "حضور آپ نے مجھے کھوٹا اور کم قیمت مال تصور کر لیا ہے؟" فرمایا "تم اللہ کے نزدیک تو کھوٹے نہیں ہو اور نہ کم قیمت۔ بلکہ گراں بہا ہو۔"

حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی انتہائی شفقت اور کریمانہ اخلاق کے پیشِ نظر شمعِ رسالت کے پروانے صحابہ کرام بھی بارگاہِ رسالت مآب میں حسبِ موقع گاہے گاہے مزاح کی کوئی بات کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ۔ ابن ماجہ اور حاکم۔ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بحضور ہوئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ صہیب رومی آشوبِ چشم میں مبتلا تھے ایک آنکھ دکھ رہی تھی اور سُرخ تھی۔ حضور نے فرمایا۔ تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے اور پھر کھجوریں کھاتے ہو؟

حضرت صہیب رُومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ جواباً عرض کی۔ "یارسول اللہ! جس طرف کی آنکھ دکھتی ہے اُس طرف سے نہیں بلکہ دوسری طرف (کے دانتوں) سے کھا رہا ہوں؟" اور حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم یہ سن کر متبسّم ہو گئے۔ خوشی میں مسکرانے لگے" تو ثابت ہوا کہ شائستہ مزاح سنّت و مستحب ہے نہ کہ معیوب و ممنوع۔

(فقیر۔ ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری غفرلہٗ)

دیکھیں تو کریمانہ انداز سے گذر جاتے ہیں (ان لغویات میں مشغول نہیں ہوتے) یہ زبان کی آفتیں ہیں۔ تو اِن آفتوں سے اس طرح بچ سکتا ہے کہ گوشہ نشین ہو جائے اور ضروری گفتگو کے سوا خاموش ہو رہے۔ (لایعنی باتوں میں نہ پڑے) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو غیر ضروری گفتگو سے بچنے کی خاطر مُنہ میں پتھر رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ "تمام مصیبتوں میں مجھے اسی (زبان) نے مبتلا کیا ہے" پس تجھے لازم ہے کہ تو زبان کی آفتوں سے بچتا رہے۔ کہ دین و دنیا میں تیری ہلاکت کا توی سبب یہی زبان ہے۔

آفاتِ شِکم

اے عزیز! اپنے پیٹ کو حرام اور مشتبہ طعام سے بچا اور رزقِ حلال کی طلب میں جدّوجہد کر[1] پھر حاصل شدہ حلال روزی سے بھی پیٹ بھر کر نہ کھا دل کو سخت، ذہن کو کُند، حافظہ کو کمزور، عبادت گذاری میں گرانی اور حصولِ علم میں سُستی پیدا کرتا ہے۔ شہوت

حاشیہ[1] حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

گر خوری یک لقمہ از وجہِ حلال — نُور تابد بر دل از مہرِ کمال

اگر تو حلال ذرائع سے کمائی ہوئی روزی میں سے ایک لقمہ کھلے گا تو تیرے دل پر کمال کے سورج (اللہ تعالیٰ) کا نور چمکے گا

گر شوی از لقمۂ شبہے نفیر — نفس را سازی بفضلِ حق اَسیر

اگر تو مشتبہ لقمے سے بچے گا تو اللہ کے فضل سے نفسِ امّارہ کو قید کر لے گا

نفسانی کو ابھارتا۔ اور شیطانی حرکتوں میں مددگار ہوتا ہے۔ (اب اس پر غور کر کہ)
جب حلال روزی سے شکم پُری سب شرارتوں کی جڑ ہے تو حرام خوری کا کیا حال ہوگا؟ [۱]
حلال روزی کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حرام روزی استعمال کرتے ہوئے عبادت
کرنا اور علم حاصل کرنا۔ نجاست پر بنیاد رکھنے کے مثال ہے۔ اگر تو نے سال بھر گاڑھے
(موٹے کپڑے) کے ایک کرتے اور صبح شام بے چھنے آٹے کی دو روٹیوں پر قناعت
کرلی اور عمدہ ولذیذ کھانوں کی طمع نہ کی تو بقدر کفایت حلال روزی تجھے محتاج نہ
رہنے دے گی [۲] اور حلال روزی بہت ہے۔ تجھ پر لازم نہیں تو زیادہ چھان بین
کرتا پھرے بلکہ لازم یہ ہے کہ جس کے متعلق علم ہو کہ یہ حرام ہے یا علامات کے تحت
اس کے حرام ہونے کا گمان غالب ہو اس سے پرہیز کرے۔ علامات کے تحت حرام ہونے
کا گمان غالب ہونے کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ یا اس کے عمّال۔ افسران حکام کا مال ہو یا
ایسے شخص کی کمائی جو نوحہ خوانی۔ شراب فروشی، سودی کاروبار یا مزامیر، ساز باجوں سے گانے
بجانے پر مشتمل ہو جب یہ یقین ہو کہ کمانے والے کی اکثر آمدنی ایسے حرام ذرائع سے کمائی

گذشتہ سے پیوستہ

دل شود روشن ز نور آئینہ وار　　　پرتو اندازد در آئینہ نگار
آئینہ کے مانند دل نور سے روشن ہو جائے گا۔ دل کے آئینہ میں محبوب جلوہ گر ہو جائے گا۔

بہر طاعت لقمۂ باید حلال　　　تا نیفزاید ترا رنج و ملال
طاعت الٰہی کے لئے لقمۂ حلال چاہیے۔ تاکہ تیری محرومی کا رنج و ملال نہ بڑھ جائے

لقمۂ شبہے چو افتد در شکم　　　قوت او میکند سررشتہ کم
جب مشتبہ لقمہ پیٹ میں پڑتا ہے اس کی توانائی اصل مدعا کو کم کر دیتی ہے۔

حاشیہ [۱] سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام خور شخص کا ذکر فرمایا۔ کہ "یطیل السفر اشعث اغبر یمدّ یدیہ الی السماءِ یارب یارب ومطعمہٗ حرامٌ ومشربہٗ حرامٌ و ملبسہٗ حرامٌ وغذی بالحرام فانّٰی یستجاب لذالک" رواہ مسلم (مشکوٰۃ) جو لمبا سفر کر کے پراگندہ حال غبار آلود ہو کر اللہ کے گھر پہنچ کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا کر اے میرے رب، اے میرے رب پکارتا ہے اور حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا پہناوا حرام کا ہے اور حرام کی غذا سے پلا ہے تو اس کے سبب اس کی دعا کہاں مقبول ہوگی؟ یعنی حرام کمائی والے کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ نیز سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لا یدخل الجنۃ لحم نبتت من السُّحت وکلُّ لحمٍ نبتت من السُّحت کانت النارُ اَولٰی بہٖ" (احمد، دارمی، بیہقی۔ مشکوٰۃ) جو گوشت (جسم) حرام خوری سے پلا ہو جنت میں نہ جائے گا۔ اور حرام خوری سے پلے ہوئے گوشت (جسم) کے لئے (جہنم کی) آگ ہی زیادہ لائق (مناسب) ہے۔

حاشیہ [۲] عارف باللہ بوصی تلندہ قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں ؎

بر تو قسمت مے رسد اے بے خبر　　　پس چرا قانع نہ ای بر خشک و تر
اے بے خبر! تیری قسمت کا رزق تجھے بہر حال پہنچ کر رہتا ہے تو پھر تو جو خشک و تر تجھے حاصل ہے اس پر کیوں قناعت نہیں کرتا؟

؎ بر سر خوانِ قناعت دست زن　　　تا نہ باشد دست بر فرماں شکن
تو خوانِ قناعت پر قائم رہ تاکہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی قوت (ہمت) حاصل نہ ہو سکے... نیز

گئی ہے۔ تو اس صورت میں اس کے ہاتھ سے اگر تو کچھ (صدقات خیرات وغیرہ سے) لے گا تو وہ حرام ہی ہوگا۔ [1] ایسے اشخاص خواہ وجہ حلال سے ہی حاصل شدہ آمدنی سے کچھ دیں تو بھی حرام ہی ہوگا۔ اس لئے کہ ان کی کمائی کے متعلق گمان غالب ہے کہ وہ حرام کمائی والے ہیں۔ اس کے علاوہ مالِ وقف کو بلا شرطِ واقف کھانا حرام محض ہے مدرسہ کی آمدنی سے غیر طالب علم کو کچھ لینا بھی حرام ہے۔ اور جو کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جس سے اس کی گواہی مردود ہو وہ جو کچھ کہ وقف وغیرہ سے صوفیا کے نام سے لے وہ بھی حرام ہے۔ ہم نے "احیاء العلوم کے کتاب المفرد میں مداخل شبہات اور حلال وحرام کو بیان کر دیا ہے۔ اس کا مطالعہ کر لینا چاہیئے کیونکہ حلال کی پہچان اور اس کی طلب ہر مسلمان پر پانچوں نمازوں کی طرح فرض ہے۔

شرم گاہ۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے محفوظ رکھ اور ایسا بن جا جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ۔ اور وہ جو اپنی منکوحہ بیویوں اور (شرعی) لونڈیوں کے سوا اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان پر کچھ ملامت نہیں۔ اور جب تک تو اپنی آنکھ کو بدنظری اور دل کو فحش خیالات اور پیٹ کو حرام اور مشتبہ غذا سے اور حلال روزی سے شکم پری سے نہ بچائے اپنی شرم گاہ کو حرام کاری سے محفوظ نہ رکھ سکے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں شہوت کی محرک اور اس کا پودا لگانے والی ہیں

دونوں ہاتھ۔ اے عزیز! تو اپنے ہاتھوں کو کسی مسلمان کو زدوکوب کرنے کسی حرام چیز کو چھونے پکڑنے۔ یا مخلوق کو ایذا پہنچانے یا ان کے ذریعہ امانت

گذشتہ سے پیوستہ۔ عارف حق مولانا رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ؎

ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست　　　رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست

توکل اختیار کر، بے صبری میں کانپ نہیں اس لئے کہ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

حاشیہ [1] رشوت لینے والے کے مال کا بھی یہی حکم ہے۔

(فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

میں خیانت کرنے[۱] یا کوئی ناجائز تحریر لکھنے سے محفوظ رکھ۔ جو بات زبان سے کہنا جائز نہیں اسکا لکھنا بھی جائز نہیں۔ قلم بھی ایک زبان ہی ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ایذاء رسانی یا فحش و ناجائز تحریر لکھنے سے پرہیز لازم ہے۔

پاؤں۔ ان کو حرام کاموں کی طرف چلنے سے محفوظ رکھ اور ظالم بادشاہ (وحکّام) کے دروازے پر چلنے سے احتراز کرے کہ ان کے پاس بلا ضرورت جانا ظلم اور گناہ کبیرہ ہے اس لئے کہ اس سے ظالموں سے تواضع کرنا اور ان کا اکرام ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے احتراز کا حکم فرمایا ہے۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ الآیہ۔ یعنی ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تم جہنم کی آگ میں پڑو گے۔ اور ان سے طلبِ مال بھی حرام ہے۔ نبیِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ "جس نے صالح (نیک) مالدار کی اس کی مالداری کی وجہ سے تواضع کی تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہا" یہ تو صالح غنی کا حال ہے پھر ظالم غنی کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟

خلاصہ کلام۔ اے عزیز! اعضاء کے ساتھ حرکت وسکون کرنا تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ پس تو کسی عضو کو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں حرکت نہ دے بلکہ تو اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رکھ اور یاد رکھ! کہ اگر تو نے اس میں کوتاہی کی تو تجھ پر اس کا وبال پڑے گا۔ اور اگر تو اس میں مستعد رہا تو تجھے اس کا ثمرہ ملے گا۔ اور یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیرے اعمال سے بے نیاز ہے۔ ہر ایک نفس اپنے کسب میں بندھا ہوا ہے۔ اور اس قول سے بچتا رہ کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ گناہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ کیونکہ یہ قول بجائے خود تو ٹھیک ہے لیکن اس بات پر مغرور ہو کر گناہ کرنا ٹھیک نہیں۔ ایسا شخص رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق احمق ہے حضور کا ارشاد ہے۔ "عاقل وہ ہے جس نے نفس کو اپنا غلام بنا لیا۔ اور مابعد موت کے لئے عمل کیا۔ اور احمق وہ ہے جس نے خود کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع کر دیا اور خدا تعالیٰ سے طرح طرح کی تمنائیں کرنے لگا" جاننا چاہیے کہ تیرا یہ کہنا اُس شخص کے کہنے کی مثل ہے کہ جو علم دین میں فقیہ بننے کا خواہش مند

حاشیہ[۱] چوری، ڈاکہ، کسی کی جیب کاٹنے (ابوالحسّان قادری عفرلہٗ)

تو ہو لیکن علم حاصل کرنے میں محنت وکوشش کرنے کے بجائے بیہودگیوں میں وقت ضائع کرتا ہے اور یوں کہتا رہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے اور اس پر قادر ہے کہ جو علوم اس نے انبیاء واولیاء کے دلوں میں براہ راست ڈال دئے تھے وہ علوم میرے دل میں بھی بلا مشقت ومحنت ڈال دے۔ اور تیرا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص مال ودولت حاصل کرنا چاہتا ہو۔ لیکن زراعت۔ تجارت۔ کسب چھوڑ کر بیکار رہے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ورحیم ہے اسی کے قبضہ میں آسمان وزمین کے تمام خزانے ہیں۔ وہ قادر ہے کہ کسی خزانے پر مجھے مطلع کردے جس کے سبب میں کمانے سے بے پروا ہو جاؤں۔ بے شک اس نے اپنے بعض بندوں کے لئے ایسا ہی کیا ہے۔ سو جب تو ان دونوں شخصوں کی بات سنے گا تو ضرور ان کو احمق سمجھے گا اور مسخرہ پن خیال کرے گا اگرچہ ان کا بیان یہ کہ اللہ تعالیٰ کریم وقادر ہے۔ سچ اور حق ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تجھ پر بھی دین میں بصیرت رکھنے والے ہنسیں گے جب کہ تو بغیر سعی وکسب کے طالب مغفرت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا ہے۔ نیز اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے ہو۔ نیز فرمایا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ یعنی نیک لوگ جنت میں اور بدکار جہنم میں ہوں گے۔ سو جب تو علم اور مال کی طلب میں اس کے کرم پر اعتماد کر کے سعی کو ترک نہیں کرتا۔ اسی طرح تجھے آخرت کا توشہ اختیار کرنے میں سعی کو ترک نہیں کرنا چاہئیے۔ اور یہ خیال نہ کر کہ دنیا وآخرت کا مالک ایک ہی ہے اور وہ دو جہان میں کریم ورحیم ہے اس کا کرم تیری طاعت کے سبب زیادہ نہ ہو گا۔ اس کا کرم تو یہی ہے کہ اگر تو چند روز شہوت ترک کرنے پر صبر کرے گا تو وہ (ابدالآباد کے لئے) تیرے لئے جنت میں پہنچنے کا راستہ آسان کردے گا۔ یہ اعلیٰ درجہ کا کرم ہے۔ تو بیہودہ وبے کار لوگوں کی ہوس کا دل میں خیال نہ کر۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ اور عقلمندوں کی پیروی کر۔ اور یہ خیال نہ کر کہ تو کچھ کاشت کئے بغیر ہی فصل کاٹ لے گا[1] کاش! اسی شخص کی مغفرت ہو جائے جو

حاشیہ[1] ؎ از مکافات عمل غافل مشو ÷ گندم از گندم بروید جو ز جو
مکافات عمل سے غافل نہ ہو۔ گندم، گندم بونے سے اُگتی ہے اور جَو۔ جَو کی کاشت سے۔

روزے رکھتا نمازیں پڑھتا اور جہاد کرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ تو ان مذکورہ بالا امور سے اپنے ظاہری اعضاء کو محفوظ رکھے۔ اور ان اعضاء کے اعمال قلب کی صفات مترشح ہوتے ہیں۔ سو تو اگر اعضاء ظاہری کو محفوظ رکھنا چاہے تو تجھے دل کی طہارت لازم ہے کہ وہ تقوائے باطنی ہے۔ دل گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اس لئے دل کی اصلاح میں مشغول ہو تا کہ اس کے سبب سارے اعضاء اصلاح پا جائیں۔

دل کی معصیتوں کا بیان

جاننا چاہیے کہ دل کی صفاتِ مذمومہ بہت سی ہیں اور دل کا صفاتِ رذیلہ سے پاک کرنا بہت مشکل۔ اور اس کے امراض و علاج دقت طلب ہے لوگوں کی غفلت اور دنیاوی جھمیلوں میں مصروفیت کے باعث اس کے امراض و علاج کی طرف سے توجہ بالکل ہٹ چکی ہے۔ ہم نے اگرچہ اس کا مکمل بیان کتاب احیاء العلوم کے ربع مہلکات اور ربع منجیات میں مفصل کر دیا ہے۔ تاہم یہاں بھی ہم تجھے دل کی تین ایسی خباثتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں جو اس دور کے متقیوں میں اکثر پائی جاتی ہیں تا کہ تو ان سے بچتا رہے۔ یہ تینوں خباثتیں بذات خود مہلک اور دیگر تمام خباثتوں کی جڑ ہیں۔ اول "حسد" دوم "ریا" سوم "خودپسندی" تو اِن تینوں خباثتوں سے اپنے دل کو پاک کرنے کی کوشش کر۔ اگر تو اس پر قادر ہو گیا تو باقی ماندہ خباثتوں سے بچنے کی ترکیب تجھے ربع مہلکات سے معلوم ہو جائے گی اور اگر تو یہ نہ کر سکا تو دیگر خباثتوں سے بھی نہ بچ سکے گا۔ یہ گمان نہ کر کہ تو نے تحصیلِ علم کے زمانے میں نیک نیتی کے سبب سلامتی حاصل کر لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ۱۔ شُحّ (بخیلی۔ کنجوسی۔ حرص) جس کی اطاعت کی جائے (یعنی بخیلی۔ کنجوسی۔ حرص کو اختیار کر لیا جائے) ۲۔ خواہش اتباع کی گئی (یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا) ۳۔ خودپسندی۔ واضح رہے کہ حسد، شُحّ کا ایک شعبہ ہے کیونکہ "بخیل" وہ ہے جو اپنے قبضہ کی چیز کو دوسرے پر دریغ

رکھے۔ (اپنا مال خود کھائے خود پر خرچ کرے دوسرے ضرورت مندوں کو محروم رکھے) اور شحیح وہ ہے جو خدا کی نعمتوں کو اس کے بندوں پر دریغ رکھے باوجودیکہ وہ خدا کے خزانۂ قدرت میں ہیں نہ کہ اس کے خزانہ ہیں[1]۔ پس شُحّ بخل سے بھی بدتر ہے۔ "حاسد" وہ ہے کہ جس کو کسی دوسرے پر اللہ تعالےٰ کے خزانۂ قدرت میں سے عطا و انعام گراں گزرے۔ یعنی۔ اللہ تعالیٰ کسی کو علم سے نوازے یا مال و دولت اور عزّ و جاہ یا کوئی فضیلت بھی عطا فرمائے تو جل بھن جائے اور یہی چاہے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے۔ خواہ اِس کو خود کوئی فائدہ بھی حاصل نہ ہو۔ یہ انتہا درجہ کا خُبث ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔" حاسد ایسے عذاب میں ہے کہ اس پر رحم نہیں اور دنیا میں ہمیشہ گرفتارِ عذاب ہے۔ کیونکہ دنیا میں کبھی ایسا موقعہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہم عصروں اور جان پہچان والوں میں سے کسی ایک پر علم یا مال یا عزّ و جاہ کا انعام نہ کرتا ہو۔ پس وہ دنیا میں مرتے دم تک ہمیشہ گرفتارِ عذاب رہتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب نہایت دشوار اور بہت بڑا ہے۔ بندہ حقیقتِ ایمان تک نہیں پہنچتا جب تک کہ مسلمان بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ بلکہ لائق تو یہ ہے کہ اُن کی خوشی اور رنج میں شاملِ حال رہے۔ مسلمان ایک دیوار کی مانند ہیں کہ ایک دوسرے کو تقویت دیتا ہے اور ایک جسم کی مانند ہیں کہ جب ایک عضو دردمند ہوتا ہے تو باقی اعضاء بھی دردمند ہو جاتے ہیں۔ پس اگر تو اپنے دل میں یہ بات نہ پائے تو تیرے لئے نہایت ضروری ہے کہ تو ہلاکت سے بچنے کی تدبیر کرے۔ "ریا" ایک شرکِ خفی ہے اور ریا کار دو شریکوں میں کا ایک ہے ریاء کا مطلب یہ ہے کہ تو لوگوں کو دکھانے اور اپنی تشہیر کے لئے نیک کام کرے۔ تاکہ ان کے دلوں میں تیری قدر و منزلت پیدا ہو اور تو دنیوی مفاد حاصل کر سکے۔ حُبِّ جاہ ایک ایسی مذموم خواہش ہے۔ جس کے حصول کی خاطر بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

حاشیہ[1] یعنی رفاہِ عام کی ایسی اشیاء جو سب لوگوں کے لئے ہیں۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ دھوپ۔ آگ وغیرہ بھی دوسروں کے استعمال میں آنے نہ دینا۔ رکاوٹ ڈالنا نیز مال و زر کا اتنا حریص و تنگ دل کہ نہ خود کھائے نہ دوسروں کو کھلائے۔ نہ خود پر خرچ کرے نہ کسی دوسرے پر (ابو المحسان قادری غفرلہٗ)

ایسے لوگ اگر اپنا محاسبہ کریں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ جو عبادات و علمی کام بلکہ اعمال عادیہ کرتے ہیں ان میں ریار کا جذبہ کارفرما ہے۔ نام و نمود کی خواہش کے تحت کر رہے ہیں۔ اور ان کے تمام نیک اعمال ضایع ہو رہے ہیں کیونکہ "ریار" اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ۔ قیامت کے دن ایک شہید کو جہنم کا حکم دیا جائے گا وہ عرض کرے گا۔ "اے میرے رب! میں تیری راہ میں شہید ہوا۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا (تو جھوٹا ہے) تیری نیت تو یہ تھی کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو انہوں نے تجھے ایسا ہی کہا اور تو نے اپنا مقصد پالیا۔" اسی طرح۔ عالم، حاجی اور قاری سے (جو ریار میں مبتلا تھے) کہا جائے گا (اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا) الغرض۔ خود پسندی۔ تکبّر۔ غرور یہ بہت سخت بیماری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خود کو عزّت و عظمت کی نگاہ سے دیکھے۔ (خود کو معزّز و معظّم جانے) اور دوسروں کو حقارت و ذلّت کی نگاہ سے دیکھے (خود سے کمتر جانے) اور زبان سے اپنی خوبیاں بیان کرتا پھرے۔ اور اپنی بڑائی جتائے۔ جیساکہ شیطان مردود نے کہا تھا۔ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ۔ (یعنی۔ میں آدم سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) اور اس (خود فریبی) کی بنار پر وہ چاہتا ہے کہ مجلسوں میں وہ نمایاں بلند مقام پر بٹھایا جائے۔ سب سے پہلے اس کی بات سُنی جائے اور سب پر اس کی بات کو فوقیت دی جائے اور اس کی کوئی بات رد نہ کی جائے۔ پس جو شخص خود کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہتر (اور برتر) سمجھے وہ متکبّر ہے۔ حالانکہ درحقیقت بہتر و برتر وہی ہے جو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بہتر و برتر قرار پائے۔ پس تیرا یہ سمجھ لینا کہ تو دوسروں سے بہتر ہے۔ سراسر جہالت و حماقت ہے۔

تیرے لئے مناسب یہی ہے کہ تو ہر ایک کو خود سے بہتر و برتر جانے۔ اگر کسی کم عمر کو دیکھے تو کہے کہ اس کے گناہ بہت کم ہوں گے۔ (چونکہ میری عمر زیادہ ہے اس لئے) میرے گناہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ لہٰذا یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور بڑے کو دیکھے تو کہے کہ اس نے مجھ سے زیادہ عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و فرماں برداری کی ہے لہٰذا یہ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر و افضل ہے۔ اگر کسی عالم کو دیکھے تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ نعمت

عطا کی ہے جس سے میں عاری ہوں۔ یہ علم کی بدولت اس مرتبہ تک پہنچ گیا جہاں میں
نہ پہنچ سکا۔ یہ عالم ہے، میں جاہل ہوں میں اس کی برابری کیوں کر کر سکتا ہوں۔
اور اگر کسی جاہل کو دیکھے تو کہے کہ اس نے جہل و بے علمی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی
نافرمانی کی ہو گی اور میں جان بوجھ کر نافرمان ہوں سو مجھ پر خدا کی حجت پورے طور
پر ہے۔ نہ معلوم کہ میرا کس طرح خاتمہ ہو اور اس کا کس طرح پر۔ اور اگر کافر کو دیکھے
تو دل میں یہ خیال کرے کہ ہو سکتا ہے کہ آئندہ اس کو اللہ تعالیٰ اسلام کی دولت سے
نواز دے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور اسلام کی بدولت اس کے سارے گناہ
بخش دئے جائیں۔ لیکن میرا کیا پتہ کہ کیا حال ہو۔ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے
گمراہ کر کے کافر بنا دے اور برائی پر میرا خاتمہ ہو۔ (نعوذ باللہ من ذالک) تو ممکن ہے
یہ کافر بروز قیامت اللہ کے مقربین سے ہو جائے اور میں عذاب میں مبتلا کر دیا
جاؤں۔ پس اگر تو اپنے لئے یہی طرز اختیار کرے تو تیرے دل سے تکبر و غرور کا مرض
دُور ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تجھے اسی امر پر قائم رہنا چاہئیے کہ افضل و برتر وہی ہے جو
عنداللہ افضل و برتر قرار پائے۔ اور یہ امر خاتمہ پر موقوف ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ
کس کا خاتمہ کس طرح ہو گا۔ اگر تو اس پر دھیان دے گا تو تجھے اپنے خاتمہ کا خوف
تکبر سے بچالے گا۔ تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو بڑا نیک پارسا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تو
آئندہ بھی اسی اچھی حالت پر رہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے
کچھ پتہ نہیں کہ آئندہ کیا کر دے۔ جسے چاہے ہدایت دیدے اور جسے چاہے گمراہ کر دے
حسد۔ تکبر ریا اور خود پسندی کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ان میں
سے تیرے لئے یہی ایک حدیث کافی ہو گی کہ۔ حضرت ابن المبارک علیہ الرحمۃ اپنی اسناد
سے ایک راوی کی روایت بیان فرماتے ہیں۔ راوی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے عرض کی۔ "اے معاذ! آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے خود
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنی ہو" راوی کا بیان ہے کہ میری یہ بات سن کر
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رونے سے
باز نہ آئیں گے۔ (یعنی بہت دیر تک روتے رہے) جب وہ چپ ہوئے تو فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا۔ "اے معاذ! میں تجھے ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ اگر تو نے اسے یاد رکھا تو خدا کے یہاں تجھے نفع دے گی۔ اور اگر تو نے اسے فراموش کر دیا اور اس پر عمل نہ کیا تو خدا کے حضور قیامت کے دن تیری حجت منقطع ہو جائے گی۔ معاذ! بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا کئے اور ان میں سے ہر فرشتے کو ایک ایک آسمان پر دربان مقرر فرمایا۔ کراماً کاتبین (کسی) بندے کے صبح سے شام تک کئے ہوئے اعمال جو نورِ آفتاب کی مانند چمکتے ہوتے ہیں پہلے آسمان تک لے کر چڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ فرشتے ان اعمال کو پاکیزہ اور کثیر سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن دربان کاتبین کرام سے کہتا ہے۔ یہ اعمال لے جاکر اسی شخص کے منہ پر مارو جس نے یہ کئے ہیں، میں غیبت کا فرشتہ ہوں۔ مجھے خدا کا حکم ہے کہ لوگوں کی غیبت کرنے والے کا عمل آگے نہ جانے دوں۔" حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ پھر کسی دوسرے بندے کے اعمال کاتبین کرام لے کر چڑھتے ہیں جن کو وہ نیک اور کثیر سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا دربان کہتا ہے۔ "ٹھہر جاؤ! یہ اعمال واپس لے جاکر اسی کے منہ پر مارو جس نے یہ اعمال کئے ہیں۔ اس نے ان اعمال سے دنیاوی مال کمانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے شخص کے اعمال آگے نہ جانے دوں کہ یہ شخص مجلسوں میں لوگوں پر فخر کیا کرتا ہے اور میں فخر کا فرشتہ ہوں۔" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "کراماً کاتبین (ایک اور) بندے کے عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں جو نور کی مانند چمک رہے ہوتے ہیں۔ یعنی خیرات، نماز روزے جنہیں کاتبین کرام نہایت عمدہ اور اچھے سمجھتے ہیں۔ جب تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو اس کا دربان کہتا ہے۔ ٹھہرو! اور یہ اعمال لے جاکر کرنے والے کے منہ پر مارو، میں تکبّر کا فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کا عمل آگے نہ جانے دوں کہ یہ شخص مجالس میں لوگوں پر تکبّر کیا کرتا ہے۔" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کاتبین کرام۔ ایک اور بندے کے اعمال تسبیح، نماز، روزہ، حج و عمرہ وغیرہ لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور وہ روشن ستارے کی مانند چمکتے دمکتے ہوتے ہیں یہاں تک کہ

جب چوتھے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا دربان کہتا ہے۔ "ٹھہرو! یہ عمل، کرنے والے کے منہ، پُشت اور پیٹ پر لے جا کر مار دو۔ میں خود لپسندی کا فرشتہ ہوں، مجھے خدا کا حکم ہے کہ اس کا عمل آگے نہ جانے پائے اس لئے کہ یہ شخص عمل کر کے اس میں خود لپسندی کو داخل کر دیتا ہے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "کراما کاتبین ایک بندہ کے اعمال لے کر پانچویں آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ وہ اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ گویا وہ ایسی دلہن ہیں جو پاک صاف اپنے شوہر کے پاس شب زفاف پہنچتی ہے۔ وہاں کا دربان کہتا ہے۔ "ٹھہر جاؤ! یہ اعمال لے جا کر اُسی شخص کے منہ پر مار دو اور اس کے کندھے پر رکھ دو۔ میں حسد کا فرشتہ ہوں۔ یہ شخص علم سیکھنے اور اپنے جیسے عمل کرنے والے پر حسد کیا کرتا ہے۔ اور جو کوئی خوش حال دکھائی دیتا اس پر حسد کرتا اور عیب جوئی کرتا پھرتا ہے۔ مجھے خدا کا حکم ہے کہ اس کا عمل آگے نہ جانے پائے" اور حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "بندے کے اور عمل۔ نماز زکوٰۃ۔ حج۔ عمرہ۔ جہاد اور روزے جو چاند کی مانند چمکتے ہوتے ہیں کاتبین کرام انہیں لے کر چھٹے آسمان تک جاتے ہیں تو ان سے وہاں کا دربان کہتا ہے۔ "ٹھہر جاؤ اور یہ اعمال اُسی کے منہ پر مار دو کہ یہ خدا کے بندوں پر جو بلا، یا بیماری میں گرفتار ہوتے تھے یہ اُن پر رحم نہیں کرتا تھا بلکہ خوش ہوتا تھا۔ میں رحم کا فرشتہ ہوں، مجھے خدا کا حکم ہے کہ اس کا عمل آگے نہ جانے پائے" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کراما کاتبین بندے کے دیگر عمل یعنی نماز، روزہ، صدقہ خیرات، جہاد اور تقویٰ جن کی آواز شہد کی مکھی سی اور روشنی آفتاب کی سی ہوتی ہے مع تین ہزار فرشتوں کے ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو ان سے وہاں کا دربان کہتا ہے۔ "یہ عمل اس کے کرنے والے کے مُنہ اور اعضاء پر مار دو اور اس کے دل پر قفل لگا دو۔ وہ عمل جو خدا کے لئے نہ کیا گیا ہو میں اس کو آگے جانے سے روک دیتا ہوں۔ اس شخص نے اپنے اعمال سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تھا۔ یعنی فقہاء میں رفعت اور علماء میں تذکرہ اور ملکوں میں شہرت کی خاطر یہ اعمال کئے تھے۔ مجھے خدا کا حکم ہے کہ اس کا کوئی عمل آگے نہ جانے پائے۔ جو عمل خالص خدا کے لئے نہ ہو وہ ریا ہے۔ خدا تعالیٰ ریا کرنے والے کا عمل قبول نہیں کرتا۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کاتبین کرام بندے کے اعمال یعنی نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، عمرہ، حسنِ خلق، خاموشی اور خدا کا ذکر لے کر اوپر چڑھتے ہیں ان کے ہمراہ سات ہزار فرشتے ہوتے ہیں یہاں تک کہ تمام حجابات طے کرتے ہوتے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اُس کے نیک عمل اور خلوص کی شہادت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تم بندے کے عمل لکھنے والے ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں کہ اُس نے یہ عمل میرے لئے نہیں بلکہ کسی اور کے لئے کئے ہیں۔ اس پر میری پھٹکار" سب فرشتے کہتے ہیں۔ اس پر تیری لعنت اور ہماری بھی۔ اس پر ساتوں آسمان اور ان کے تمام رہنے والے لعنت کرتے ہیں۔" حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں معاذ میری نجات کیوں کر ہوگی؟" فرمایا۔ "میری اقتدا کر اگرچہ تیرے عمل میں نقص ہو۔ اے معاذ! اپنی زبان کو اپنے بھائی حافظِ قرآن کی عیب چینی سے محفوظ رکھ۔ اپنے گناہ اپنے نفس پر لاد[1]۔ نہ کہ دوسروں پر۔ خود کو بے قصور ظاہر کر کے اُن کی مذمت نہ کر[2] خود کو اُن پر فوقیت نہ دے۔ آخرت کے عمل میں دنیاوی اغراض کو شامل نہ کر۔ اور مجلس میں تکبر نہ کر کہ لوگ تیری بد خلقی سے خوف کھائیں اور کسی کی موجودگی میں کسی دوسرے سے سرگوشی نہ کر اور لوگوں پر بڑائی (برتری) کا خواہاں نہ ہو۔ ورنہ تجھ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی منقطع ہو جائے گی۔ طعن و تشنیع سے لوگوں کی چیر پھاڑ نہ کر۔ ورنہ قیامت کے دن دوزخ میں جہنم کے کتے تیری چیر پھاڑ کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالنّٰاشِطَاتِ نَشْطًا۔ اے معاذ! آیا تو جانتا ہے کہ وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کیا ہیں؟" فرمایا۔ "وہ دوزخ کے کتے ہیں جو ہڈیوں سے گوشت کو چھڑاتے ہیں۔" میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ان خصلتوں کی کون طاقت

حاشیہ[1] اپنے گناہوں کا خود کو ذمہ دار جان۔

[2] کہ مجھ سے فلاں فلاں نے گناہ کرائے میں تو گناہ نہ کرتا لیکن انہوں نے مجھے اس پر آمادہ یا مجبور کر دیا۔ (ابوالحسان قادری عفرلہٗ)

رکھتا ہے اور ان سے نجات پا سکتا ہے"؟ فرمایا۔" معاذ! جس کے لئے خدا آسان کرے اُسے آسان ہے۔" حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنی تلاوت قرآن مجید کی حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے تھے اس حدیث کی وجہ سے میں نے اور کسی کو اتنی تلاوت کرتے ہوئے نہ دیکھا۔"

اے طالبِ علم! تجھے اِن خصائل میں غور کرنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ ان بدخصلتوں کا دل میں مستحکم ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ فخر اور مناقشہ کے لئے علم حاصل کیا جائے۔ عام آدمی تو اکثر ان خصلتوں سے بچا ہوا ہے لیکن جو خود کو فقیہ (عالم فاضل) سمجھتا ہے وہ ان خصلتوں کا نشانہ بنا ہوا ہے اور ان ہی خباثت کے سبب معرضِ ہلاکت میں ہے۔ اب تو یہ دیکھ کہ کون سا امر اہم ہے۔ آیا یہ کہ اِن ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنے کی کیفیت سیکھے اور اپنے دل کی اصلاح اور آخرت کی آبادی میں کوشش کرے یا یہ اہم ہے کہ بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرے اور علم سے اس چیز کو حاصل کرے جو غرور، ریاء، حسد اور عُجب کی زیادتی کا سبب بنے یہاں تک کہ تو ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو"؟ اب تجھے جاننا چاہیئے کہ یہ تینوں خصلتیں دل کی اُمہاتِ خبائث میں سے ہیں۔ اور ان کے پیدا ہونے کا سبب ایک ہی ہے اور وہ ہے دنیا کی محبت۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ" دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔" اور یہ بھی وارد ہے کہ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔" سو جس نے دنیا میں سے بقدر ضرورت اخذ کیا اور اُسے آخرت کا مددگار بنایا تو دنیا اس کے حق میں مزرعۂ آخرت ہے۔ اور جس نے دنیا سے تنعم (عیش و عشرت) کا ارادہ کیا تو وہ اس کی مُہلک ہے۔ یہ تقویٰ کا علمِ ظاہر میں تھوڑا سا ٹکڑا ہے اور بدایۃ الہدایۃ ہے۔ پس اگر تو اس میں اپنے نفس کا تجربہ کرے گا اور وہ اس میں تیرا مطیع رہے گا۔ تو تجھے کتاب" احیاء العلوم" کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ تجھے تقوائے باطنی کی طرف پہنچنے کی کیفیت معلوم ہو سکے۔ سو جب تیرا دل پوری طرح تقویٰ سے آباد ہو جائے گا۔ اس وقت وہ حجابات جو تیرے اور خدا کے درمیان حائل ہیں سب اُٹھ جائیں گے اور معرفت کے انوار منکشف ہوں گے اور

حکمت کے چشمے دل سے بہہ نکلیں گے۔ مُلک اور ملکوت کے اسرار تجھ پر ظاہر ہوں گے اور تجھے وہ علوم میسّر ہوں گے جن کی وجہ سے تو اِن جدید علوم کو جو صحابہ اور تابعین علیہم الرضوان کے زمانہ میں رائج نہ تھے حقیر جانے گا۔ لیکن اگر تو قیل وقال اور لڑائی جھگڑے کے خاطر علم حاصل کر رہا ہے تو تو بہت بڑی مصیبت اور طول طویل رنج اٹھاتا ہے۔ پھر تو کتنے بڑے نقصان اور زیاں میں ہے؟ اب تجھے اختیار ہے کہ جو چاہے اس پر عمل کر۔ کیونکہ یہ دنیا جسے تو دین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تجھکو صحیح وسلامت حاصل نہ ہو گی اور بالآخر تجھ سے چھین لی جائے گی۔ جس نے دنیا کو دین کے ذریعے طلب کیا اس نے (دنیا وآخرت) دونوں میں نقصان اٹھایا اور جس نے دنیا کو دین کی خاطر ترک کیا اس نے دونوں میں نفع اٹھایا۔ یہ ہیں ہدایت کے جملے جو خدا سے معاملہ کرنے کا راستہ اس کے احکام ماننے اور ممنوعات سے بچنے کا بتاتے ہیں۔ اب ہم تجھے وہ آداب بتاتے ہیں جن سے تو اپنے نفس کا مواخذہ کرے ان معاملات میں جو تجھے خدا کے بندوں اور دنیا کے ساتھ رہ کر کرنے چاہئیں۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ آدابِ صحبت ومعاشرت اور مخلوقات کے ساتھ معاملات کا بیان

واضح رہے کہ تیرا وہ ساتھی جو تجھ سے حضر وسفر میں، نیند وبیداری بلکہ حیات وموت میں جُدا نہیں ہوتا۔ وہ تیرا پروردگار، سردار، آقا خالق ہے۔ تو جب اُسے یاد کرے وہ تیرا ہم نشین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہوں" اور جب تیرا دل دین میں تقصیرات میں غم کھا کر شکستہ ہو تو وہ تیرا ساتھی اور ہم نشین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں اُن کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے سبب شکستہ ہوتے ہیں۔ جب تجھے اسکی معرفت کما حقہٗ معلوم ہو گئی تو اسے دوست بنا لے اور مخلوق کو ایک طرف چھوڑ دے۔ اگر تمام اوقات میں تو اس پر قادر نہ ہو تو رات اور دن میں تجھے ایک وقت ایسا نکالنا چاہیے جس میں

اپنے مولا کے ساتھ خلوت پذیر ہو کر مناجات کر کے اس سے لذت روحانی حاصل کر لے۔ اس کے لئے تجھے خدا تعالیٰ کے آداب صحبت سیکھنے ضروری ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ سرنگوں رہنا۔ آنکھ نیچی رکھنا۔ ہمّت کا جمع کرنا۔ ہمیشہ خاموش رہنا۔ جوارح کا مطمئن رہنا۔ حکم بجالانے میں جلدی کرنا۔ منہیات کا ترک کرنا۔ تقدیر پر اعتراض نہ کرنا۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں لگے رہنا۔ حق کو باطل پر ترجیح دینا۔ مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ رکھنا، ہیبت الٰہی سے متواضع رہنا۔ حیا کے تحت منکسر ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ضمانت پر اعتماد کر کے کسب کے حیلوں سے مطمئن رہنا۔ اور حسنِ اختیار کو پہچان کر فضلِ خدا پر بھروسہ رکھنا۔ یہ سب آداب رات اور دن تیرا لباس ہوں کیونکہ یہ اُس ذات پاک کے آداب ہیں جو تجھ سے کسی وقت جُدا نہیں ہوتا۔ اور مخلوق بعض اوقات تجھ سے جُدا ہو جاتی ہے۔ اگر تو عالِم ہے تو علم کے سترہ آداب ہیں مصیبت کی برداشت، لزومِ بُردباری، وقار کے ساتھ دبدبہ قائم رکھنا، سرنگوں ہو کر بیٹھنا، لوگوں پر تکبّر کرنے سے بچنا، ظالموں کو ظلم سے ڈرانے کی خاطر جراٴت سے کام لینا۔ مجلسوں، محفلوں میں متواضع رہنا۔ بے ہودہ مزاح اور ہنسنے ہنسانے سے باز رہنا۔ متعلم سے نرمی کرنا۔ اسکے ناشائستہ کاموں پر سختی سے سزا نہ دینا اور کُند ذہن شاگرد کو بطریق احسن تعلیم دینا اور غصّہ ترک کر کے اصلاح کرنا۔ اگر کوئی بات پوچھے تو تکبّر کے ساتھ یہ کہہ کر کہ میں نہیں جانتا۔ جھڑکی نہ دینا۔ اگر کوئی سوال پوچھے تو اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنا (اور نرمی کے ساتھ صحیح جواب دینا) حُجت کو قبول کرنا۔ غلط بات سے رجوع کر کے حق بات کو تسلیم کر لینا۔ طالب کو نقصان دہ علم حاصل کرنے سے روکنا۔ اگر وہ نافع علم کو چھوڑ کر دنیاوی مفادات کی طرف راغب ہو تو اس کو جھڑک کر اس سے باز رکھنا۔ نیز شاگرد کو فرض عین (علم دین) سے فراغت سے پہلے فرض کفایہ میں مشغولیت سے روکنا۔ اس کے لئے فرضِ عین یہ ہے کہ ظاہر و باطن کو آراستہ کرے اور سب سے پہلے از روئے تقویٰ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ تاکہ شاگرد اوّلاً اُستاد کے اعمال کی اقتدار کرے اور ثانیاً اس کے اقوال سے مستفید ہو۔ اور اگر تو متعلّم (شاگرد) ہے تو وہ ادب کر جو شاگرد کو

استاد کا کرنا چاہئیے۔ یعنی یہ کہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ اسکے سامنے گفتگو بہت کم کرے۔ اور ایسی بات منہ سے نہ نکالے جو استاد نے پوچھی نہ ہو۔ کوئی بات دریافت کرنے سے قبل استاد سے اجازت لینی چاہئیے۔ اُستاد کے قول کے معارضہ میں یہ نہ کہے کہ فلاں کا قول تو آپ کے قول کے مخالف ہے۔ اور اس کی رائے کے خلاف اشارہ نہ کرے۔ اور نہ یہ خیال کرے کہ اُستاد سے کوئی زیادہ عالم ہے اُستاد کی مجلس میں اپنے ہم نشین سے کوئی مشورہ نہ کرے اور نہ ہی اِدھر اُدھر متوجہ ہو۔ بلکہ سر جھکائے۔ ادب سے بیٹھے کہ گویا نماز میں ہے۔ استاد کی طبیعت ناساز ہو تو اس سے زیادہ بات چیت نہ کرے، جب استاد اٹھے تو شاگرد بھی اس کے احترام میں کھڑا ہو جائے۔ کلام اور سوال کی خاطر اس کے پیچھے نہ جائے اور راستے میں اس سے کوئی بات نہ پوچھے جب تک کہ وہ گھر نہ پہنچ جائے۔ نیز استاد کے ظاہر اعمال پر اعتراض وانکار نہ کرے اور نہ بدگمانی کرے۔ اس لئے کہ استاد اسرار کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس وقت وہ قول یاد کر کے خاموش رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اعتراضاً فرمایا تھا۔ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا۔ کیا تو نے کشتی کو اس لئے توڑ ڈالا کہ تو کشتی والوں کو ڈبو دے؟ تو نے بہت بُری بات کی۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظاہر پر اعتماد کر کے اعتراض کرنا صحیح نہ تھا۔ اور اگر تیرے والدین ہوں تو وہ ادب کر جو اولاد کو ماں باپ کے ساتھ کرنا چاہئیے۔ اگر وہ کوئی بات کریں تو غور سے سُنے (اور تعمیل کرے) ان کے حکم کو بجا لائے۔ جب وہ کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہو جائے جب وہ چلیں تو تُو ان کے آگے آگے نہ چلے۔ اپنی آواز ان کی آواز سے بلند نہ کرے جب وہ پکاریں تو تُو کہے۔ "حاضر ہوں" ان کی رضا کا طلب گار رہے۔ ان کے سامنے اپنے کندھے جھکائے رکھے، ان کے حکم کی تعمیل کر کے اور ان کے ساتھ بھلائی کر کے احسان نہ جتلائے۔ ان کی طرف غصّہ سے نہ دیکھے۔ نہ ان کے ساتھ ترش روئی کرے۔ کہیں سفر پر جانا ہو تو پہلے ان سے اجازت لے۔ ان کے بعد دوسرے لوگ تیرے لئے تین قسم کے ہیں۔

دوست۔ واقف اور اجنبی (بے گانے) اگر کوئی اجنبی نامعلوم بے گانہ تیری مجلس میں آجائے تو بغیر سوچے سمجھے اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کر لینا چاہیے۔ اگر وہ نامعقول بات کرے تو اس کا اثر نہیں لینا چاہیے۔ اس سے میل ملاقات نہیں بڑھانی چاہیے۔ اور اس سے اپنی کسی حاجت وضرورت کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیے اگر اس سے کوئی ممنوع ومذموم حرکت دیکھے۔ تو اگر یہ توقع ہو کہ وہ تیری نصیحت قبول کرلے گا تو نرمی سے اُسے نصیحت کردے۔

اور دوستوں کے بارے میں تجھے دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اوّل یہ کہ تُو صرف اسی سے دوستی کرے جس میں دوستی اور میل جول کے شرائط پائے جائیں۔ جو شخص بھائی بندی اور دوستی کے لائق نہ ہو اس سے دوستی نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ۔ ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ (کسی کو دوست بنانے سے پہلے) خوب غور کرلے کہ کسے دوست بنا رہا ہے"۔

پس جب تو کسی کو تحصیل علم میں اپنا شریک اور امرِ دین میں اپنا ساتھی بنانے کے لئے دوست بنانا چاہے تو تجھے اس میں پانچ خصلتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے

پہلی خصلت:۔ یہ کہ اس میں عقل ہو، اگر عقل نہ ہوئی۔ بیوقوف ہوا تو اس کی

حاشیہ[1] دلا یاران بر سہ قسم دانی ۔۔۔ کلامی اند، نانی اند، جانی
بہ نانی نان دہ از در بدر کن ۔۔۔ سلامے کن بہ یارانِ کلامی
اگر جانی ست جاں برونے فدا کن ۔۔۔ ہمہ رازِ نہاں بروئے عیاں کن

یعنی دوست تین قسم کے ہوتے ہیں۔ کلامی۔ یعنی صرف سلام کلام تک محدود، نانی۔ غرض و مفاد رکھنے والے۔ اور جانی مخلص ﷲ، فی اللہ محبت کرنے والے۔ کلامی دوست کے ساتھ سلام وکلام، خیر خیریت پوچھنے تک برتاؤ رکھ۔ اس کے ساتھ بے تکلّف نہ ہونا چاہیئے۔ نانی دوست کی حسب استطاعت اس کی غرض و مفاد کو پورا کر زیادہ آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔ جانی دوست۔ مخلص بے غرض کے ساتھ مخلصانہ بے غرضانہ لیکن گہرا معاملہ رکھ اس پر اپنی جان فدا کر اور اپنے دکھ درد کا اظہار کردینا چاہیئے تاکہ وہ تیرا مشیر و مددگار رہے۔ (ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

دوستی میں کوئی بھلائی نہیں۔ اس کا انجام بھیانک ہوتا ہے اور دوستی منقطع ہوجاتی ہے۔ بیوقوف دوست تجھ کو نفع پہنچانے کی کوشش میں نقصان پہنچا کر دم لے گا۔ بیوقوف دوست سے عقل مند دشمن بھلا۔ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

وَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ ؞ وَاِیَّاكَ وَاِیَّاهُ
فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰی ؞ حَلِیْمًا حِیْنَ وَاخَاهُ
یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ ؞ اِذَا مَاهُوَ مَاشَاهُ
وَلِلشَّیْءِ عَلَی الشَّیْءِ مَقَایِیْسُ وَاَشْبَاهُ
وَلِلْقَلْبِ عَلَی الْقَلْبِ ؞ دَلِیْلٌ حِیْنَ یَلْقَاهُ

جاہل کو بھائی نہ بنا خود کو اس سے بچا۔ بہت سے جاہل حلیم کو ہلاک کر دیتے ہیں جب کہ وہ اس سے بھائی بندی کرتے ہیں۔ ایک آدمی کو دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے جب کہ وہ اسے چاہتا ہے۔ ایک شئے کا دوسری شئے پر قیاس اور شبہ ہوتا ہے۔ ایک دل دوسرے دل کی طرف رہنمائی کرتا ہے جب کہ وہ اس سے ملتا ہے۔

دوسری خصلت:۔ حُسنِ خُلق ہے۔ بدخلق کا مصاحب نہ بن۔ کیونکہ بدخلق غصّہ اور شہوت کے وقت اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا۔ حضرت علقمہ عطاردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بوقت وفات اپنے بیٹے کو وصیّت فرمائی تھی کہ۔ بیٹیا! جب تو کسی سے میل ملاپ کرنا چاہے تو ایسے شخص کا رفیق بن کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری حفاظت کرے۔ اور جس کی رفاقت تیری عزّت کا باعث ہو۔ اور اگر تو اہل وعیال کے اخراجات پورے کرنے سے عاجز ہوجائے تو وہ اس میں تیری مدد کرے۔ اور ایسے شخص کے ساتھ رہ کہ جب تو بھلائی کے لئے ہاتھ پھیلائے تو وہ بھی پھیلائے۔ اور جو تجھ سے کوئی نیکی (بھلائی) دیکھے تو اس کو شمار کرے (یاد رکھے) اور اگر تجھ سے برائی دیکھے تو چشم پوشی کرے۔ (کسی پر ظاہر نہ کرے) اگر تو کوئی بات کرے تو وہ تیری تصدیق کرے۔ اور جب تو کوئی کام کرنا چاہے تو وہ تیرا مددگار ہو۔ اور جب کسی سے تیرا تنازعہ ہو تو وہ تجھے ترجیح دے۔

اِنَّ اَخَاكَ الْحَقَّ مَنْ كَانَ مَعَكَ: وَمَنْ يَّضُرُّ نَفْسَهٗ لِيَنْفَعَكَ
وَمَنْ اِذَا رَيْبُ الزَّمَانِ صَدَّعَكَ: شَتَّتَ فِيْكَ شَمْلَهٗ لِيَجْمَعَكَ

بے شک سچا دوست وہ ہے جو تیرا ساتھ دے۔ اور وہ جو خود نقصان اٹھا کر بھی تجھے نفع پہنچائے (تجھے نفع پہنچانے کی خاطر خود تکلیف اٹھائے) اور وہ کہ جب حوادثِ زمانہ تجھے صدمہ پہنچائیں تو تیری جمعیت کی خاطر اپنی جمعیت کو پراگندہ کرے۔

تیسری خصلت:۔ نیکوکاری۔ فاسق کا دوست نہ بن جو کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا ہو۔ کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا ہو وہ کبیرہ گناہوں پر مُصر نہیں ہو سکتا اور جس کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو اس سے امن و سلامتی کی امید عبث ہے۔ کہ وہ حالات اور اپنی اغراض کے تحت بدلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبیٔ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے فرماتا ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰاهُ "اے محبوب! آپ اس شخص کی اتباع نہ کریں جس کا دل ہماری یاد سے غافل ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے۔" لہٰذا تو بھی فاسق کی صحبت سے پرہیز کر۔ یاد رکھ! بدکار سے میل جول رکھنا اور گناہوں کا ماحول تیرے دل سے گناہ کی کراہیت زائل کر دیتا ہے پھر تو بھی گناہ کو ہلکا جان کر بہ آسانی گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ غیبت کو گناہ نہیں سمجھتے اور اس میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ کسی عالم کی معمولی سی غلطی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی غیبت کرنے لگتے ہیں حالانکہ غیبت بجائے خود بہت بڑی بُرائی ہے۔

چوتھی خصلت:۔ حرص و لالچ۔ حریص کا دوست نہ بن۔ جو دنیا کا حریص ہے اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ اس لئے کہ طبائع انسانی میں حرص و لالچ طبعی طور پر موجود تو پہلے ہی سے ہے پھر جب وہ دوسرے حریص کو دیکھیں اس سے دوستی میل جول رکھیں تو نادانستہ طور پر بھی حرص و لالچ بڑھ جائے گی اور تو بھی

حاشیہ لہ عارف باللہ مولائے روم قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں ؎

صحبت صالح ترا صالح کند :: صحبت طالح ترا طالح کند

نیکوکار کی صحبت تجھکو نیکوکار بنا دیتی ہے اور بدکار فاسق کی صحبت تجھکو بھی بدکار فاسق بنا دے گی۔ (ابو الحسنات قادری غفرلہٗ)

حریص بن جائے گا۔ لیکن اگر تو کسی زاہد کا ہم نشین بنے گا تو تُو بھی زاہد بن جائے گا۔ دنیا کا حرص ولالچ تیرے دل سے نکل جائے گا اور دل میں دنیا سے بے رغبتی کا جذبہ اُبھرے گا۔

پانچویں خصلت :۔ صدق ۔ جھوٹے کا دوست نہ بن کیونکہ تو اس سے دھوکہ کھائے گا۔ جھوٹا آدمی صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح۔ رسّی کو سانپ اور سانپ کو رسّی کر دکھاتا ہے۔ اور تو اس کے بھرّے میں آکر نقصان اُٹھاتا ہے۔[۱] پس تیری سلامتی صرف اِن دو باتوں میں ہے کہ یا تو اِن پانچوں خصلتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کسی کو دوست بنائے۔ یا گوشہ نشین ہو جائے۔

ساتھی تین طرح کے ہوتے ہیں

ایک ساتھی تو تیری آخرت کا ہے (نیک صالح) اس کی دوستی میں تجھے دین ہی کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور دوسرا دنیا کا ساتھی۔ اس کے بارے میں تجھے حسنِ سلوک کا خیال رکھنا چاہیئے اور تیسرا ساتھی۔ شریر، فتنہ گر۔ ایسے شخص کی شرارت، فتنہ اور خباثت سے بچنے کی تدبیر میں لگے رہنا چاہیئے۔ تاکہ تو سلامت رہ سکے۔

لوگ تین طرح کے ہیں

ان میں سے ایک تو غذا کی مثال ہیں کہ ان سے قطع تعلق نہیں ہو سکتا۔ (ان کے بغیر گذارہ نہیں) اور دوسرے کی مثال دوا کی سی ہے کہ جس کی کبھی تو ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ اور تیسرے کی مثال بیماری کی سی ہے۔ جس کی بالکل کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن انسان کبھی اس میں گرفتار ہو ہی جاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کی دوستی سے کچھ فائدہ نہیں (یعنی شریر وظالم) تاہم اس شخص کی مدارات اس کی شرارت سے بچنے کی وجہ سے واجب ہے۔ اور ایسے شخص کے مشاہدے میں (ایک لحاظ سے) بہت بڑا فائدہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کے خبیث احوال وافعال جو تجھے بُرے معلوم ہوں ان کو دیکھ کر تو (عبرت حاصل کرے) اور ان سے

حاشیہ[۱] یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کی کونسی بات صحیح ہے اور کون سی غلط۔

بچنے کی کوشش کرے۔ عقل مند وہی ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت پذیر ہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا "آپ کو ادب کس نے سکھایا"؟ فرمایا مجھے ادب کسی نے سکھایا نہیں بلکہ جاہل کی جہالت (کی باتوں اور کاموں) کو دیکھ کر ان سے بچتا رہا ہوں"۔ نبیٔ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد ہے۔ "اگر لوگ ایسی باتوں سے بچیں جو دوسروں سے بُری معلوم ہوتی ہیں تو ان کا ادب کامل ہو جائے اور معلّم آداب سے بے نیاز ہو جائیں"۔

دوسرا وظیفہ دوستی کے حقوق میں

جب تجھ میں اور تیرے ساتھی میں دوستی قائم ہو جائے تو تجھ پر دوستی کے حقوق کی رعایت واجب ہو جاتی ہے۔ اور ان پر قائم رہنا آداب دوستی میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دو بھائیوں (دوستوں) کی مثال دو ہاتھوں کی سی بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو دھلاتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں سے دو مسواکیں کاٹیں۔ ایک سیدھی تھی دوسری ٹیڑھی۔ آپ کے ساتھ ایک صحابی تھا۔ آپ نے سیدھی مسواک اس کو دے دی اور ٹیڑھی اپنے لئے رکھ لی۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! سیدھی مسواک کے مجھ سے زیادہ آپ حق دار ہیں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جو کوئی کسی کا رفیق ہو، اگرچہ ایک ہی گھنٹہ اس کے ساتھ رہا ہو تو صحبت کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا کہ (حق دوستی ادا کر کے) اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا۔ یا ضائع کر دیا"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "جب کبھی دو آدمی ہم صحبت ہوتے تو ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔

صحبت کے آداب

باوجود اپنی ضرورت کے دوسرے کو مال دینا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو زائد عن الضرورت

دوسرے کی ضرورت پر خرچ کرنا۔ اگر کسی کو ہاتھوں کی مدد درکار ہو تو اس کی درخواست کے بغیر بھی اس کی مدد کرنا۔ دوسرے کے راز اور عیب کو چھپانا۔ دوست کی ایسی کسی بات کو دوسروں پر ظاہر نہ کرنا کہ جس کا اظہار اسے بُرا لگے یا لوگ اس کی مذمّت کریں۔ اسکی ایسی بات کو لوگوں پر ظاہر کرنا جس سے وہ خوش ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں[۱]۔ جب دوست کوئی بات کرے تو دھیان سے سُننا۔ جھگڑا کرنے سے باز رہنا۔ دوست کو ایسے نام سے مخاطب کرنا جو اسے پسند ہو۔ دوست کی جو خوبیاں معلوم ہوں ان پر اس کی تعریف کرنا۔ اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا۔ اگر اس کی غیر موجودگی میں کوئی اس کی مذمت یا بُرائی بیان کرے تو دوست کی مدافعت کرنا۔ جیساکہ وہ اپنی مدافعت کرتا ہے۔ جب دوست کو اس کی کسی بات پر نصیحت کرنا مناسب سمجھے تو اشارہ وکنایہ سے اور نرمی وہمدردی کے ساتھ نصیحت کرنا۔ اگر اس سے کوئی لغزش یا بے ہودگی سرزد ہو جائے تو اس پر سرزنش نہ کی جائے۔ بلکہ درگذر سے کام لیا جائے۔ اور تنہائی میں اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ اس کی زندگی میں بھی اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کے اہل وعیال اور اقربار کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا جائے۔ اپنی طرف سے دوست پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اپنے کسی کام کی تکلیف نہ دی جائے۔ دوست کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے جس سے اس کو خوشی مسّرت اور فرحت حاصل ہو۔ مصیبت کے وقت اس کی ہمدردی سچے دل سے کرنی چاہیئے اس کے درد وغم میں شریک رہے۔ دوست کے معاملات میں منافقت سے کام نہ لے۔ وہی کچھ ظاہر کرے جو دل میں ہو۔ سرًّا وعلانیۃً اس کی دوستی میں مخلص رہے۔ جب آمنا سامنا ہو تو پہلے خود سلام کرے۔ دوست کو مجلس میں احترام سے بٹھلائے۔ جب وہ جانے لگے تو کچھ دور اس کے ساتھ چل کر مشایعت کرے۔ جب وہ بات کرے تو سکون سے اس کی بات سنے۔ قطع کلامی نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ

حاشیہ[۱] یعنی دوست کی اچھی قابلِ تعریف باتوں کا اظہار کیا جائے اور اس کی معیوب باتوں کو چھپایا جائے۔ (فقیر ابوالحسّان قادری غفرلہٗ)

اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو یہ نفاق کی علامت ہے۔ اور دنیا اور آخرت میں وبال کا موجب بھی۔

تیسری قسم:۔ وہ لوگ ہیں جن سے محض سلام کلام تک تعارف ہے۔ ان کے ساتھ زیادہ بے تکلف نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ صرف زبانی کلامی دوست ہوتے ہیں اور انہی سے نقصان پہنچنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ حقیقی دوست سے نہیں کیونکہ وہ تو ہر حال میں مددگار ہوتا ہے۔ تاہم اگر زبانی کلامی واقف کاروں سے کہیں بھی ملنے کا اتفاق ہو تو تجھے چاہیئے کہ ان میں سے کسی کو حقارت سے نہ دیکھے۔ کیونکہ تو اس کی حقیقتِ حال سے ناواقف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تجھ سے بہتر ہو۔ اس کے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کی تعظیم بھی نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ دنیا وما فیہا عند اللہ حقیر ہے۔ اگر تیرے دل میں مالداروں کی تعظیم و عظمت آ گئی تو تو اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے گر جائے گا۔ مالداروں سے کچھ مال و دولت حاصل کرنے کی خاطر اپنے دین کو ضائع نہ کر۔ جو اس طرح کرتا ہے وہ ان مالداروں کی نگاہ میں بھی ذلیل ہو جاتا ہے اور دنیا سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ اگر وہ تجھ سے دشمنی کریں تو تو ان کی دشمنی کا مقابلہ دشمنی سے نہ کر۔ اس لئے کہ تو ان کا وار برداشت نہ کر سکے گا۔ لہٰذا ان کی عداوت میں تیرا دین جاتا رہے گا اور ان کے ساتھ تیرا الجھاؤ طول پکڑ لے گا۔ اور اگر وہ تیری عزت اور بالمشافہ تعریف اور اظہار دوستی کریں تو ان کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ تو ایسے سو میں سے ایک کو بھی مخلص نہ پائے گا لیکن اگر وہ پسِ پشت تیری عیب چینی کریں تو نہ تعجب کر اور نہ غصہ میں آ۔ بلکہ اپنی مزید اصلاح کی طرف توجہ کر۔ تو مالداروں کی دوستی، ان کے مال و دولت اور ان کی مدد و امداد سے لا طمع ہو جا[1] کیونکہ طمع کرنے والا انجام کار محروم ہی رہتا ہے۔ تاہم اگر تو

حاشیہ[1] زہد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر۔ لا طمع بودن ز سلطان و امیر (بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ)
اے مردِ فقیر! زہد و تقویٰ کیا ہے؟ سلطان و امیر سے لا طمع ہو جانا زہد و تقویٰ ہے۔

دل چو آلودست از حرص و ہوا۔ کے شود مکشوف اسرارِ خدا (بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ)
جب کہ دل حرص و ہوا سے آلودہ ہے۔ اسرارِ الٰہی تجھ پہ کیونکر ظاہر ہو سکتے ہیں؟

(فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

(بہ ضرورت شرعی) کسی سے سوال کرے اور وہ پورا کر دے تو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کا شکریہ ادا کر۔ اور اگر وہ کوتاہی کرے تو شکوہ و شکایت نہ کر کہ یہ موجب عداوت ہو جائے گی۔ ایک مومن کی تجھے عذر قبول کرنا چاہیئے۔ منافق کی طرح عیب تلاش کرنے والا نہ ہونا چاہیئے۔ تو یہی سمجھ کہ اس نے کسی عذر کی بنا پر ہی سوال پورا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر کچھ لوگ کسی مسئلہ میں غلطی پر ہوں اور وہ مسئلہ دریافت کرنے میں شرماتے ہوں تو تو از خود ان کو مسئلہ نہ بتا کہ اس طرح وہ تیرے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ جہالت کے سبب گناہ کے مرتکب ہو رہے ہوں تو بغیر سختی کیئے نرمی کے ساتھ تو حق بات بیان کر دے۔ اگر تو اُن سے عزت اور بھلائی دیکھے تو خدا کا شکر کر کہ اُس نے اُن کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی۔ اور اگر مخالفت و عداوت دیکھے تو ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دے اور اُن کی شرارت سے خدا کی پناہ طلب کر۔ تو ان کی سرزنش نہ کر اور اُن سے یہ تک نہ کہہ کہ۔ لوگو! تم میری قدر کیوں نہیں پہچانتے۔ میں فلاں شخص کی اولاد ہوں۔ میں بڑا عالم فاضل ہوں۔ کیونکہ اس طرح کہنا بیوقوفی کی بات ہے۔ اپنی فضیلتیں جتانا حماقت ہے۔ اور اس پر یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ ان کو تجھ پر مُسلّط نہیں کرے گا۔ مگر تیرے کسی گذشتہ گناہ کے سبب۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ تو اُن کے درمیان اس طرح رہ کہ ان کی صحیح بات کو سنے۔ اُن کی جھوٹی غلط باتوں سے بہرا ہو رہے۔ ان کی خوبیاں بیان کرے۔ اور اُن کی بدیوں سے خاموش رہے۔ اپنے ہم عصر اُن علماء سے میل جول نہ رکھ جو مخالفت اور بحث و مناظرہ میں مشغول رہتے ہوں۔ کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے تجھ پر زمانہ کی گردش کے انتظار میں رہتے ہیں۔ تیرے خلاف کئی قسم کی بدگمانیاں پھیلاتے ہیں۔ اور تیرے سامنے تجھ پر آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں۔ اپنی مجلسوں میں تیری لغزشوں کا شمار کرتے ہیں۔ وہ نہ تیری کسی لغزش کو معاف کریں گے اور نہ تیری پردہ پوشی کریں گے بلکہ تیری بڑی چھوٹی بات کا محاسبہ اور قلیل و کثیر (نعمت) پر حسد کر کے اپنے بھائی بندوں کو تیری چغل خوری اور بہتان پر آمادہ کریں گے۔ اگر وہ خوش ہوں گے تو ظاہر میں تیری چاپلوسی کریں گے اور اگر

ناراض ہوں گے تو ان کا باطن حمق سے پُر[1] ہو گا۔ ایسے لوگ خوشنما لباسوں میں چھپے ہوئے بھیڑیئے ہیں۔ تجھے بھی ایسے بہت سوں کا تجربہ ہو چکا ہو گا۔ اس لئے ایسے لوگوں کی دوستی میں سراسر گھاٹا اور معاشرے میں رسوائی ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو ظاہری طور پر تیرے دوست ہیں۔ پھر اُن لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کھلّم کھلا عداوت رکھتے ہیں؟ قاضی معروف علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

فَاحْذَرْ عَدُوَّكَ مَرَّةً ﴿ وَاحْذَرْ صَدِيْقَكَ اَلْفَ مَرَّہ
فَلَرُبَّمَا انْقَلَبَ الصَّدِيْقُ ﴿ فَكَانَ اَعْرَفَ بِالْمَضَرَّہ

اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ خوف کھا۔ اس لئے کہ اگر کبھی دوست بدل جاتا ہے اور وہ دشمن سے زیادہ نقصان پہنچانے میں ماہر ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

عَدُوُّكَ مِنْ صَدِيْقِكَ مُسْتَفَادٌ ﴿ فَلَا تَسْتَكْثِرَنَّ مِنَ الصِّحَابِ
فَاِنَّ الدَّاءَ اَكْثَرَ مَا تَرَاهُ ﴿ يَكُوْنُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ

تیرے دوستوں ہی میں سے تیرے دشمن فائدہ اٹھالیتا ہے[2]۔ اس لئے تو بکثرت دوست نہ بنایا کر۔ بلاشبہ بہت سی بیماریاں جن میں تو مبتلا ہوتا ہے اکثر کھانے پینے کی چیزوں ہی سے پیدا ہو جاتی ہیں[3]۔ ہلال بن علاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

لَمَّا عَفَوْتُ وَلَمْ اَحْقِدْ عَلٰى اَحَدٍ ﴿ اَرَحْتُ نَفْسِيْ مِنْ هَمِّ الْعَدَاوَاتِ
اِنِّيْ اُحَيِّيْ عَدُوِّيْ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ ﴿ اَدْفَعُ الشَّرَّ عَنِّيْ بِالتَّحِيَّاتِ
وَاُظْهِرُ الْبِشْرَ لِلْاِنْسَانِ اُبْغِضُهٗ ﴿ كَاَنَّهٗ قَدْ مَلَاَ قَلْبِيْ مَسَرَّاتِ
وَلَسْتُ اَسْلَمُ مِمَّنْ لَسْتُ اَعْرِفُهٗ ﴿ فَكَيْفَ اَسْلَمُ مِنْ اَهْلِ الْمَوَدَّاتِ
اَلنَّاسُ دَاءٌ دَوَاءُ الْمَحْضِ تَرْكُهُمْ ﴿ وَفِي الْجَفَا لَهُمْ قَطْعُ الْاُخُوَّاتِ

حاشیہ [1] حماقتوں سے بھرا ہو گا۔

[2] یعنی تیرے دشمن کو تیرے دوست ہی تیرے خلاف اطلاعات پہنچاتے اور تیرے راز بتاتے ہیں اور تیرا دشمن فائدہ اٹھاتا ہے۔

[3] جن کو تو صحت بخش سمجھ رہا ہوتا ہے اور رغبت سے کھاتا پیتا ہے۔

فَسَالِمِ النَّاسَ تَسْلَمْ مِنْ غَوَائِلِهِمْ ؛ وَكُنْ حَرِيْصًا عَلٰى كَسْبِ الْمَوَدَّاتِ
وَخَالِقِ النَّاسَ وَاصْبِرْ مَا بَلِيْتَ بِهِمْ ؛ اَصَمَّ اَبْكَمَ اَعْمٰى ذَا تَعِيَّاتِ

جب میں نے (قصور وار سے) درگذر کی اور کسی پر کینہ نہ کیا تو میں نے خود کو عداوت کے رنج سے بچالیا۔ میں دشمن سے ملتے وقت اس کو اس لئے سلام کرتا ہوں کہ اس کو سلام کر کے اس کے شر سے بچ رہوں۔ جس آدمی سے مجھے نفرت ہوتی ہے میں اس کے لئے بھی اس طرح بشاشت کا اظہار کرتا ہوں کہ گویا اس نے میرے دل کو مسرت سے بھر دیا ہے جبکہ میں بیگانوں کے شر سے بھی نہیں بچتا تو پھر میں دوستوں کی شرارت سے کیوں کر سلامت رہ سکتا ہوں ؟ لوگ بیماری کی مثل ہیں اس کی دوا محض یہ ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ ان کے معاملہ میں اکھڑپن کرنا بھائی چارے کو ختم کر دیتا ہے۔ تو (اپنی زبان اور ہاتھ سے) لوگوں کو سلامت رکھ اور خود بھی ان کی عداوت اور شرارتوں سے سلامت رہ۔ اور سب کے ساتھ الفت و محبت کا برتاؤ کرنے کی کوشش کرتا رہ۔ تو لوگوں کے ساتھ حسن خلق اختیار کر اور ان کی طرف سے جو سختیاں آئیں ان پر صبر اختیار کر۔ ان کی شرارتوں کی طرف سے بہرا۔ گونگا اور اندھا ہو کر آرام کی زندگی بسر کر۔

کسی حکیم نے کہا ہے۔ باوقار طور پر دوست و دشمن سے خوش رُو ہو کر مل۔ لوگوں کی توقیر کر مگر تکبر سے نہیں۔ تواضع اختیار کر خود کو ذلیل کئے بغیر۔ اور اپنے تمام اُمور میں اعتدال اختیار کر۔ کیونکہ افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔

عَلَيْكَ بِاَوْسَاطِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ؛ طَرِيْقٌ اِلٰى نَهْجِ الصِّرَاطِ قَوِيْمٌ
وَلَا تَكُ فِيْهَا مُفْرِطًا اَوْ مُفَرِّطًا ؛ فَاِنَّ كِلَا حَالِ الْاُمُوْرِ ذَمِيْمٌ

تجھ پر لازم ہے کہ ہر امر میں تو اعتدال پر قائم رہے کیونکہ سیدھی راہ یہی ہے اور ان میں افراط یا تفریط نہ کر کیونکہ امور میں یہ دونوں حالتیں مذموم ہیں۔ متکبرانہ انداز میں اپنے مونڈھوں کو نہ دیکھ[1] فخر کے ساتھ گردن گھما گھما کر ادھر ادھر نہ دیکھ۔ لوگوں کے سامنے اکڑ کر کھڑا نہ ہو۔ جب کسی مجلس میں بیٹھے تو اونچا ہو کر نہ بیٹھ۔ لوگوں

حاشیہ [1] فخر و تکبر کے ساتھ گردن گھما گھما کر ادھر ادھر نہ دیکھ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

کے سامنے انگلیوں کے چٹخانے۔ داڑھی یا انگوٹھی سے کھیلنے۔ دانتوں میں خلال کرنے۔ ناک میں انگلیاں ڈالنے۔ بار بار تھوکنے۔ ناک سے رینٹھ نکالنے۔ منہ پر سے مکھیاں اُڑانے۔ بار بار انگڑائیاں یا جمائیاں لینے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ بحالت نماز تو یہ کام کرنے سے خاص طور پر باز رہنا چاہیئے تیری مجلس میں ہدایت کی باتیں ہونی چاہئیں۔ تیرا کلام شائستہ اور شگفتہ مہذّب ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی تجھ سے کچھ بیان کرے تو بغیر اظہار تعجب کثیر اس کے عمدہ کلام کو توجّہ سے سُن۔ بات کو بار بار دُہرانے کی فرمائش نہ کر۔ ہنسنے ہنسانے کی باتوں اور بیکار قصّے کہانیوں سے اپنی زبان کو خاموش رکھ۔ اپنے مال و دولت، اولاد، شعر و کلام اور اپنی تصنیفات کے بارے میں فخر و غرور کی باتیں کرنے سے پرہیز کر۔ اپنے بناؤ سنگھار میں عورتوں کا سا تصنّع نہ کر۔ لڑکوں کی طرح بیہودہ فضول حرکتیں نہ کر۔ کثرت سے سُرمہ لگانے اور تیل میں اسراف سے بچتا رہ۔ حاجت طلب کرنے میں اصرار نہ کر۔ کسی کو ظلم پر نہ اُبھار۔ اپنوں یا بیگانوں کو اپنے مال و دولت کی مقدار نہ بتا اس لئے کہ اگر وہ اسے قلیل دیکھیں گے تو تُو ان کی نگاہوں میں حقیر دکھائی دے گا اور اگر اُسے کثیر خیال کریں گے تو تُو کبھی اُن کی رضامندی حاصل نہ کر سکے گا۔[۱] اگر کسی کو نامناسب بات یا کام پر ٹوکنا چاہے تو اس میں سختی نہ کر۔ اگر کسی پر نرمی کرنا چاہے تو اس میں اپنے ضعف یا کمزوری کا اظہار نہ ہونا چاہیئے۔ اپنے ملازم یا ملازمہ سے مسخری نہ کر ورنہ تیرا وقار جاتا رہے گا۔ اگر کسی سے جھگڑا ہو جائے تو اس میں اپنے وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جہالت اور عجلت سے بچتا رہ۔ اپنی حجّت و دلیل پر غور و فکر کر۔ اپنے ہاتھوں سے بکثرت اشارے نہ کر۔ بار بار پیچھے مُڑ مُڑ کر نہ دیکھ۔ ہر ایک کے سامنے دو زانو ہو کر نہ بیٹھ۔ جب غصّہ فرو ہو جائے تب بات کر جب بادشاہ یا حاکم تجھ کو اپنا مقرب بنائے تو ہر وقت نیزے کی نوک پر رہنا چاہیئے[۲]

حاشیہ [۱] کہ تو اُن کی فرمائشیں اور ان کے مطالبات سب کے سب پورے نہ کر سکے گا۔

[۲] یعنی ہر وقت محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔ (فقیر ابوالحسنات قادری غفرلہٗ)

اپنے آپ کو عافیت کے دوست[1] سے بچا۔ کیونکہ وہی تیرا سب سے بڑا دشمن ہے۔ مال کو اپنی عزّت و آبرو سے زیادہ عزیز نہ سمجھ۔ اے مردِ خدا! تجھے "بدایۃ الھدایہ" سے اسی قدر کافی ہے۔ اس سے اپنے نفس کا تجربہ کر۔ کیونکہ اس کی تین قسمیں ہیں ایک قسم طاعت کے آداب میں اور دوسری قسم گناہوں کے ترک میں۔ اور تیسری قسم مخلوق کے ساتھ ملنے جلنے میں۔ اور یہ خالق و مخلوق کے ساتھ بندے کے تمام معاملات کی جامع ہیں۔

پس اگر تو اُن کو اپنے حق میں مفید سمجھے اور ان پر عمل کرنے کے لئے اپنے نفس کو راغب پائے تو جان لے کہ تو ایسا بندہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ نے ایمان سے منوّر کر دیا ہے اور تیرا شرح صدر فرما دیا ہے۔ اور واضح رہے کہ اس بدایۃ کی نہایت ہے اور اس کے بعد اسرار اور گہری باتیں اور علوم و مکاشفات ہیں۔ اور ہم نے یہ باتیں "احیاء العلوم" میں اچھی طرح بیان کر دی ہیں۔ تجھے چاہیئے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ لیکن اگر تو یہ دیکھے کہ تیرا نفس ان باتوں کی طرف راغب نہیں ہوتا اور تجھ سے کہتا ہے کہ یہ فن تجھے علماء کی مجلسوں میں کیا فائدہ دے گا اور ہم عصروں پر تجھے کیوں کر سبقت حاصل ہو سکے گی۔ یہ فن تجھے اُمراء و وزراء کی مجلسوں میں تیرا منصب کیوں کر بلند کرے گا تاکہ تو انعام اکرام، مال و دولت، محکمہ اوقاف میں عہدے حاصل کر سکے اور منصب قضاء تک پہنچ جائے۔ تو سمجھ لے شیطان نے تجھ کو بہکا دیا ہے، صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا ہے۔ اور تجھے تیرے ماویٰ و مثویٰ سے بھلا دیا ہے سو تو اپنے لئے اپنے جیسا ایک اور شیطان ڈھونڈ تاکہ وہ تجھے تیرے اِن مذموم مقاصد میں مددگار ہو اور تو اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائے۔
پھر تجھے جاننا چاہیئے کہ تیرے لئے تیرا محلّہ کبھی صاف نہ رہے گا۔ چہ جائیکہ تیرا گاؤں اور شہر۔ اس کے بعد تجھ سے ہمیشہ کا ملک، دائمی نعمت جو ربّ العالمین کے جوارِ رحمت میں ہے فوت ہو جائے گی۔ اور تو اس سے محروم رہ جائے گا۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاھِرًا وَّ بَاطِنًا وَّ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

حاشیہ [1] عیش و عشرت کے طلب گار مفاد پرست

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

تمت بالخیر

تصحیح وتہذیب ترجمہ اردو وحواشی ضروریہ۔ از ابوالحسنات الحاج حکیم محمد رمضان علی قادری المتوطن۔ سنجھورو ضلع سانگھڑ سندھ۔ پاکستان

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس کتاب "بدایۃ الہدایہ" میں شامل قرآنی آیات کی تصحیح کرادی گئی ہے۔ اب اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہے۔
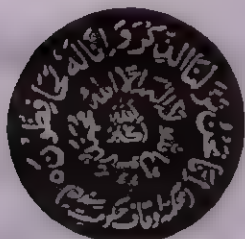
حافظ فیض احمد شاہ سعیدی

نامزد پروف ریڈر گورنمنٹ آف پاکستان

---

۴۸۴ سوالات پر مشتمل سوانح حیات سیدنا افضل البشر بعد الانبیا پر جامع کتاب

سیرت خلیفۃ الرسول

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

— تالیف لطیف —

حضرت ابو الحسان مولانا

حکیم محمد رمضان علی قادری مدظلہ

— باہتمام —

سید شاہ تراب الحق قادری

حنفیہ پاک پبلیکیشنز، کراچی

بالمقابل شہید مسجد کھارادر، کراچی ۲